پسلی کے جدا ہونے سے حضرت آدم علیہ السلام کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ آپ کو احساس بھی نہیں ہوا کہ میری ایک پسلی جدا ہوگئی ہے جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین وجمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حوا علیہا السلام نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ آپ کو مجھ سے انس اور سکون قلب حاصل ہو اور مجھے آپ سے انسیت اور تسکین ملے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش رہیں اور پیار ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور خداوند قدوس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہیں۔ (صاوی ج ۱ ص ۲۲)

قرآن مجید میں چند مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا مثلاً۔

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ (النساء:۱)

اور حضرت آدم سے ان کی بیوی کو پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پیدا فرمایا۔

درسِ ہدایت

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی تخلیق کا واقعہ مضامین قرآن مجید کے ان عجائبات میں سے ہے جس کے دامن میں بڑی بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کے گوہر آبدار کے انبار پوشیدہ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ قرآن کے اس بیان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خالق عالم جل جلالہ نے انسانوں کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے۔

اول۔ یہ کہ مرد وعورت دونوں کے ملاپ سے جیسا کہ عام طور پر انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۔ یعنی ہم نے انسان کو مرد وعورت کے ملے جلے نطفہ سے پیدا فرمایا ہے۔

marfat.com

دوئم- یہ کہ تنہا مرد سے ایک انسان پیدا ہوا اور وہ حضرت حوا علیہا السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا دیا۔

سوئم - یہ کہ تنہا ایک عورت سے ایک انسان پیدا ہوئے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو پاک دامن کنواری بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

چہارم- یہ کہ بغیر عورت و مرد کے بھی ایک انسان کو خداوند قدوس نے پیدا فرما دیا اور وہ انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے بنا دیا۔

ان واقعات سے مندرجہ ذیل اسباق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

(۱) خداوند قدوس ایسا قادر و قیوم اور خالق ہے کہ انسانوں کو کسی خاص ایک ہی طریقے سے پیدا فرمانے کا پابند نہیں ہے بلکہ وہ ایسی عظیم قدرت والا ہے کہ وہ جس طرح چاہے انسانوں کو پیدا فرما دے چنانچہ مذکورہ بالا چار طریقوں سے اس نے انسانوں کو پیدا فرما دیا جو اس کی قدرت و حکمت اور اس کی عظیم الشان خلاقیت کا بہترین نمونہ ہے۔

سبحان اللہ! خداوند قدوس کی شان خالقیت کی عظمت کا کیا کہنا؟ جس خالقِ عالم نے عرش و کرسی اور لوح و قلم اور زمین و آسمان کو "کُن" فرما کر موجود فرما دیا اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے حضور خلقت انسانی کی بھلا حقیقت و حیثیت ہی کیا ہے؟ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تخلیق انسان اس قادر مطلق کا وہ تخلیقی شاہکار ہے کہ کائنات عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں کیونکہ وجود انسان عالم خلق کی تمام مخلوقات کے نمونوں کا ایک جامع مرقع ہے۔ اللہ اکبر! کیا خوب ارشاد فرمایا مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ

اتحسب انك جرم صغير

وفيك انطوى العالم الاكبر

یعنی اے انسان! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے؟ حالانکہ تیری عظمت کا یہ حال ہے کہ تیرے اندر عالمِ اکبر سمٹا ہوا ہے۔

(۲) ممکن تھا کہ کوئی مرد یہ خیال کرتا کہ اگر ہم مردوں کی جماعت نہ ہوتی تو تنہا عورتوں سے کوئی انسان پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ممکن تھا کہ عورتوں کو یہ گمان ہوتا کہ اگر ہم عورتیں نہ ہوتیں تو تنہا مردوں سے کوئی انسان پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح ممکن تھا کہ عورت و

marfat.com

مرد دونوں مل کر یہ ناز کرتے کہ اگر ہم مردوں اور عورتوں کا وجود نہ ہوتا تو کوئی انسان پیدا نہیں ہوسکتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے چاروں طریقوں سے انسانوں کو پیدا فرما کر عورتوں اور مردوں دونوں کا منہ بند کردیا کہ دیکھ لو! ہم ایسے قادر وقیوم ہیں کہ حضرت حوا علیہا السلام کو تنہا مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمادیا لہٰذا اے عورتو! تم یہ گمان مت رکھو کہ اگر عورتیں نہ ہوتیں تو کوئی انسان پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا عورت کے شکم سے بغیر مرد کے پیدا فرما کر مردوں کو تنبیہ فرمادی کہ اے مردو! تم یہ ناز نہ کرو کہ اگر تم نہ ہوتے تو انسانوں کی پیدائش نہیں ہوسکتی تھی دیکھ لو! ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا عورت کے شکم سے بغیر مرد کے پیدا فرمادیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مرد وعورت کے مٹی سے پیدا فرما کر عورتوں اور مردوں دونوں کا منہ بند فرمادیا کہ اے عورتو اور مردو! تم کبھی بھی اپنے دل میں خیال نہ لانا کہ اگر ہم دونوں نہ ہوتے تو انسانوں کی جماعت پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ دیکھ لو! حضرت آدم علیہ السلام کے نہ باپ ہیں نہ ماں بلکہ ہم نے ان کو مٹی سے پیدا فرمادیا۔

سُبْحَانَ اللہِ! سچ فرمایا اللہ جل جلالہ نے کہ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ○ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ایک ہے جو بہت ہی غلبے والا ہے وہ جس کو چاہے اور جیسے چاہے اور جب چاہے پیدا فرمادیتا ہے اس کے افعال اور اس کی قدرت کسی اسباب وعلل اور کسی خاص طور طریقوں کی بندشوں کی محتاج نہیں ہے وہ فعال لما یرید ہے۔ یعنی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی شان یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ وَیَفْعَلُ اللہُ مَا یُرِیْدُ ہے۔ یعنی جس چیز اور جس کام کا وہ ارادہ فرماتا ہے اس کو کر ڈالتا ہے نہ کوئی اس کی مشیت وارادہ میں دخل انداز ہوسکتا ہے نہ کسی کو اس کے کسی کام میں چوں وچرا کی مجال ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) خلافت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا لقب ''خلیفہ اللہ'' ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں میں جو مکالمہ ہوا

marfat.com

وہ بہت ہی تعجب خیز ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی فکرانگیز وعبرت اموز بھی ہے جو حسب ذیل ہے۔

''اللہ تعالیٰ'' اے فرشتو! میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرا نائب بن کر زمین میں میرے احکامات نافذ کرے گا۔

''ملائکہ'' اے باری تعالیٰ! کیا تو زمین میں ایسے شخص کو اپنی خلافت و نیابت کے شرف سے سرفراز فرمائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور قتل و غارت گری سے خوں ریزی کا بازار گرم کرے گا؟

اے خداوند تعالیٰ! اس شخص سے زیادہ تیری خلافت کے حق دار تو ہم ملائکہ کی جماعت ہے کیونکہ ہم ملائکہ نہ زمین میں فساد پھیلائیں گے' نہ خوں ریزی کریں گے بلکہ ہم تیری حمد وثنا کے ساتھ تیری سبوحیت کا اعلان اور تیری قدّوسیت اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور تیری تسبیح و تقدیس سے ہر لحظہ وہر آن رطب اللسان رہتے ہیں اس لئے ہم فرشتوں کی جماعت ہی میں سے کسی کے سر پر اپنی خلافت و نیابت کا تاج رکھ کر اس کو ''خلیفۃ اللہ'' کے معزز لقب سے سربلند فرما۔

''اللہ تعالیٰ'' اے فرشتو! آدم (علیہ السلام) کو خلیفہ بنانے میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان کو میں ہی جانتا ہوں تم گروہ ملائکہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کو نہیں جانتے۔

فرشتے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو سن کر اگرچہ خاموش ہو گئے مگر انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال چھپائے رکھا کہ اللہ تعالیٰ خواہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ بنا دے مگر وہ فضل وکمال میں ہم فرشتوں سے بڑھ کر نہ ہوگا کیونکہ ہم ملائکہ فضیلت کی جس منزل پر ہیں وہاں تک کسی مخلوق کی بھی رسائی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے فضیلت کی تاجدار بہرحال فرشتوں کی جماعت ہی رہے گی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا علم ان کو عطا فرما دیا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

''اللہ تعالیٰ'' اے فرشتو! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تم سے افضل کوئی دوسری مخلوق نہیں ہو سکتی تو تم تمام ان چیزوں کے نام بتاؤ جن کو میں نے تمہارے پیش نظر کر دیا ہے۔

marfat.com

''ملائکہ'' اے اللہ تعالیٰ! تو ہر نقص وعیب سے پاک ہے ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو تو نے ہمیں عطا فرما دیا ہے اس کے سوا ہمیں اور کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے ہم بالیقین یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ بلاشبہ علم وحکمت کا خالق و مالک تو صرف تو ہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے آدم (علیہ السلام) تم ان فرشتوں کو تمام چیزوں کے نام بتادو تو حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اشیاء کے نام اور ان کی حکمتوں کا علم فرشتوں کو بتا دیا جس کو سن کر فرشتے متعجب ومحو حیرت ہو گئے۔

''اللہ تعالیٰ'' اے فرشتو! کیا میں نے تم سے یہ نہیں فرما دیا تھا کہ میں آسمان و زمین کی تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہوں اور تم جو علانیہ یہ کہتے تھے کہ آدم (علیہ السلام) فساد برپا کریں گے اس کو بھی میں جانتا ہوں اور تم جو خیالات اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے کہ کوئی مخلوق تم سے بڑھ کر افضل نہیں پیدا ہوگی میں تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے ان خیالات کو بھی جانتا ہوں۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فضل وکمال کے اظہار واعلان کے لئے اور فرشتوں سے ان کی عظمت وفضیلت کا اعتراف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم فرمایا کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو چنانچہ سب فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ابلیس مردود نے سجدہ سے انکار کر دیا اور تکبر کیا تو کافر ہو کر مردود بارگاہ ہو گیا۔

اس پورے مضمون کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ طرز بیان میں اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ	اور یاد کرو جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ خداوند! کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خوں ریزی کرے گا؟ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم تیری حمد کی تسبیح پڑھتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں تو اللہ

marfat.com

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ لا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ؕ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(بقرہ:۳۰-۳۴)

تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جو کچھ جانتا ہوں تم کو ان باتوں کا علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تمام چیزوں کا نام بتا دیا۔ پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اے فرشتو !اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ!تو فرشتوں نے عرض کیا کہ اے اللہ!تو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں علم دیا ہے بلاشبہ علم و حکمت والا تو صرف تو ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تم ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو تو حضرت آدم (علیہ السلام) نے ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے یہ نہیں فرما دیا تھا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کی تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہوں اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم سب آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافر ہو گیا۔

ان آیات کریمہ سے مندرجہ ذیل ہدایت کے اسباق ملتے ہیں۔

درسِ ہدایت

۱) اللہ تعالیٰ کی شان فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ یعنی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے نہ کوئی اس کے ارادہ میں دخل انداز ہو سکتا ہے نہ کسی کی مجال ہے کہ اس کے کسی کام میں چون و چرا کر سکے مگر اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و خلافت کے بارے میں خداوند قدوس نے ملائکہ کی جماعت سے مشورہ فرمایا۔ اس میں یہ ہدایت کا سبق ہے کہ باری

marfat.com

تعالیٰ جو سب سے زیادہ علم وقدرت والا ہے اور فاعل مختار ہے جب وہ اپنے ملائکہ سے مشورہ فرماتا ہے تو بندے جن کا علم اور اقتدار واختیار بہت ہی کم ہے تو انہیں بھی چاہئے کہ وہ جب کسی کام کا ارادہ کریں تو اپنے مخلص دوستوں اور صاحبان عقل ہمدردوں سے اپنے کام کے بارے میں مشورہ کرلیا کریں کہ یہ اللہ عزوجل کی سنت اور اس کا مقدس دستور ہے۔

(۲) فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ وہ فسادی اور خوں ریز ہیں لہٰذا ان کو خلافت الہیہ سے سرفراز کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم فرشتوں کو خلافت کا شرف بخشا جائے کیونکہ ہم ملائکہ خدا کی تسبیح وتقدیس اور اس کی حمد وثنا کو اپنا شعار زندگی بنائے ہوئے ہیں لہٰذا ہم ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ خلافت کے مستحق اور حقدار ہیں۔

فرشتوں نے اپنی یہ رائے اس بناء پر دی تھی کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھ لیا کہ پیدا ہونے والے خلیفہ میں تین قوتیں باری تعالیٰ ودیعت فرمائے گا ایک قوت شہویہ' دوسری قوت غضبیہ' تیسری قوت عقلیہ اور چونکہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ ان دونوں سے لوٹ مار اور قتل وغارت وغیرہ قسم قسم کے فسادات رونما ہوں گے اس لئے فرشتوں نے باری تعالیٰ کے جواب میں یہ عرض کیا کہ اے خداوند تعالیٰ! کیا تو ایسی مخلوق کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمائے گا جو زمین میں قسم قسم کے فساد برپا کرے گا اور قتل وغارت گری سے زمین میں خون ریزی کا طوفان لائے گا اس سے بہتر تو یہ ہے کہ تو ہم فرشتوں میں سے کسی کو اپنا خلیفہ بنادے کیونکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح پڑھتے ہیں اور تیری تقدیس اور پاکی کا چرچا کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر فرشتوں کو خاموش کردیا کہ میں جس مخلوق کو خلیفہ بنا رہا ہوں اس میں جو جو مصلحتیں اور جیسی جیسی حکمتیں ہیں ان کو بس میں ہی جانتا ہوں تم فرشتوں کو ان حکمتوں اور مصلحتوں کا علم نہیں ہے۔

وہ مصلحتیں اور حکمتیں کیا تھیں؟ اس کا پورا پورا علم تو صرف علام الغیوب ہی کو ہے مگر ظاہر طور پر ایک حکمت اور مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بدن میں قوت شہویہ وقوت غضبیہ کو فساد وخوں ریزی کا منبع اور سرچشمہ سمجھ کر ان کو خلافت کا اہل نہیں سمجھا مگر فرشتوں کی نظر اس پر نہیں پڑی کہ حضرت آدم علیہ السلام میں قوت شہویہ اور قوت

marfat.com

غضبیہ کے ساتھ ساتھ قوت عقلیہ بھی ہے اور قوت عقلیہ کی یہ شان ہے کہ اگر وہ غالب ہو کر قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنالے تو قوت شہویہ و قوت غضبیہ بجائے فساد و خوں ریزی کے ہر خیر و خوبی کا منبع اور ہر قسم کی صلاح و فلاح کا سرچشمہ بن جایا کرتی ہیں یہ نکتہ فرشتوں کی نگاہ سے اوجھل رہ گیا۔ اسی لئے باری تعالیٰ نے فرشتوں کے جواب میں فرمایا کہ میں جو جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے اور فرشتے یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

اس سے یہ ہدایت کا سبق ملتا ہے کہ چونکہ بندے خداوند قدوس کے افعال اور اس کے کاموں کی مصلحتوں اور حکمتوں سے کما حقہ واقف نہیں ہیں اس لئے بندوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل پر تنقید و تبصرہ سے اپنی زبان کو روکے رکھیں اور اپنی کم عقلی و کوتاہ فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ایمان رکھیں اور زبان سے اعلان کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا اور جیسا بھی کیا بہر حال وہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے کاموں کی حکمتوں اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے جن کا ہم بندوں کو علم نہیں ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے ناموں اور ان کی حکمتوں کا علم بذریعہ الہام ایک لمحہ میں عطا فرما دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کا حصول کتابوں کے سبقاً سبقاً پڑھنے ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس بندے پر اپنا فضل فرما دے اس کو بغیر سبق پڑھنے اور بغیر کسی کتاب کے بذریعہ الہام چند لمحوں میں علم حاصل کرا دیتا ہے اور بغیر تحصیل علم کے اس کا سینہ علم و عرفان کا خزینہ بن جایا کرتا ہے چنانچہ بہت سے اولیائے کرام کے بارے میں معتبر روایات سے ثابت ہے کہ انہوں نے کبھی کسی مدرسہ میں قدم نہیں رکھا نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا نہ کبھی کسی کتاب کو ہاتھ لگایا مگر شیخ کامل کی باطنی توجہ اور فضل ربانی کی بدولت چند منٹوں بلکہ چند سیکنڈوں میں الہام کے ذریعے وہ تمام علوم و معارف کے جامع الکمالات بن گئے اور ان بزرگوں کے علمی تبحر اور عالمانہ مہارت کا یہ عالم ہو گیا کہ بڑے بڑے درسگاہی مولوی جو علوم و معارف کے پہاڑ شمار کئے جاتے تھے ان بزرگوں کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگے۔

(۴) ان واقعات سے معلوم ہوا کہ خدا کی نیابت اور خلافت کا دارومدار کثرت عبادت اور تسبیح و تقدیس نہیں ہے بلکہ اس کا دارومدار علوم و معارف کی کثرت پر ہے چنانچہ ملائکہ

marfat.com

حضرات علیہم السلام باوجود کثرت عبادت اور تسبیح و تقدیس ''خلیفۃ اللہ'' کے لقب سے سرفراز نہیں کئے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام علوم و معارف کی کثرت کی بناء پر خلافت کے شرف سے ممتاز بنا دیئے گئے جس پر قرآن مجید کی آیات کریمہ شاہد عدل ہیں۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علوم کی کثرت کو عبادت کی کثرت پر فضیلت حاصل ہے اور ایک عالم کا درجہ ایک عابد سے بہت زیادہ بلند تر ہے چنانچہ یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے علمی فضل و کمال اور بلند درجات کے اظہار و اعلان کے لئے اور ملائکہ سے اس کا اعتراف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم فرمایا کہ تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو سجدہ کریں چنانچہ تمام ملائکہ نے حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرلیا اور وہ اس کی بدولت تقرب الی اللہ اور محبوبیت خداوندی کی بلند بلند منزل پر فائز ہوگئے اور ابلیس چونکہ اپنے تکبر کی منحوسیت میں گرفتار ہوکر اس سجدہ سے انکار کر بیٹھا تو وہ مردود بارگاہ الٰہی ہوکر ذلت و نکبت کے ایسے عمیق غار میں گر پڑا کہ قیامت تک وہ اس غار سے نہیں نکل سکتا اور ہمیشہ ہمیشہ وہ دونوں جہاں کی لعنتوں کا حقدار بن گیا اور قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہوکر دائمی عذاب نار کا سزاوار بن گیا۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے علم کو جانچنے اور علم کی قلت و کثرت کا اندازہ لگانے کے لئے امتحان کا طریقہ جو آجکل رائج ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ ہے کہ خداوند عالم نے فرشتوں کے علم کو کم اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو زائد ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کا امتحان لیا تو فرشتے اس امتحان میں ناکام رہ گئے اور حضرت آدم علیہ السلام کامیاب ہوگئے۔

(۷) ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کا پتلا کہہ کر ان کی تحقیر کی اور اپنے آپ کو آتشی مخلوق کہہ کر اپنی بڑائی اور تکبر کا اظہار کیا اور سجدہ آدم علیہ السلام سے انکار کیا درحقیقت شیطان کے اس انکار کا باعث اس کا تکبر تھا اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تکبر وہ بری شے ہے کہ بڑے سے بڑے بلند مرتبت و درجات والے کو ذلت کے عذاب میں گرفتار کردیتی ہے بلکہ بعض اوقات تکبر کفر تک پہنچا دیتا ہے اور تکبر کے ساتھ ساتھ جب

marfat.com

محبوبان بارگاہ الٰہی کی توہین اور تحقیر کا بھی جذبہ ہوتو پھر تو اس کی شناخت و خباثت اور بے پناہ منحوسیت کا کوئی اندازہ ہی نہیں کرسکتا اور اس کے ابلیس لعین ہونے میں کوئی شک و شبہ کیا ہی نہیں جاسکتا اس سے ان لوگوں کو عبرت آموز سبق لینا چاہئے جو بزرگان دین کی توہین کرکے اپنی عبادتوں پر اظہار تکبر کرتے رہتے ہیں کہ وہ اس دور میں ابلیس کہلانے کے مستحق نہیں تو پھر کیا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) علومِ آدم علیہ السلام کی ایک فہرست

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنے اور کس قدر علوم عطا فرمائے؟ اور کن کن چیزوں کے علوم و معارف کو عالم الغیب والشہادۃ نے ایک لمحہ کے اندر ان کے سینہ اقدس میں بذریعہ الہام جمع فرما دیا جن کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام علوم و معارف کی اتنی بلندترین منزل پر فائز ہوگئے کہ فرشتوں کی مقدس جماعت آپ کے علمی وقار و عرفانی عظمت و اقتدار کے روبرو سربسجود ہوگئی ان علوم کی ایک فہرست آپ قطب زمانہ حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان شریف میں پڑھئے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا نام' تمام زبانوں میں سکھا دیا اور ان کو تمام ملائکہ کے نام اور تمام اولاد آدم کے نام اور تمام حیوانات و نباتات و جمادات کے نام اور ہر ہر چیز کی صنعتوں کے نام اور تمام شہروں اور تمام بستیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور جو آئندہ عالم وجود میں آنے والے ہیں سب کے نام اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جانداروں کے نام اور تمام کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور ہر ہر چیزوں اور سامانوں کے نام یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی کے نام اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات لاکھ زبانیں سکھائیں ہیں۔ (روح البیان ج ۱' ص ۱۰۰)

ان علوم مذکورہ بالا کی فہرست کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ جوامع الکلم کے انداز بیان میں صرف ایک جملہ کے اندر بیان فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

marfat.com

کُلَّھَا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔

درسِ ہدایت

حضرت آدم علیہ السلام کے خزائن علم کی ہی عظیم فہرست دیکھ کر سوچئے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علوم و معارف کی یہ منزل ہے پھر حضور سید آدم، و سرور اولاد آدم، خلیفۃ اللہ الاعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے علوم عالیہ کی کثرت و وسعت اور ان کی رفعت و عظمت کا کیا عالم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ واللہ حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کو سرکار دو عالم ﷺ کے علوم سے اتنی بھی نسبت نہیں ہوسکتی جتنی کہ ایک قطرہ کو سمندر سے اور ایک ذرہ کو تمام روئے زمین سے نسبت ہے اللہ اکبر! اور کہاں علوم سیّدِ عالم !

فرش تا عرش سب آئینۂ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے امی ! تری دانائی کی

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد وبارك وسلم

(۴) ابلیس کیا تھا؟ اور کیا ہو گیا؟

ابلیس جس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا جو آگ سے پیدا ہوا تھا لیکن یہ فرشتوں کے ساتھ ملا جلا رہتا تھا اور دربار خداوندی میں بہت مقرب اور بڑے بڑے بلند درجات و مراتب سے سرفراز تھا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابلیس چالیس ہزار برس تک جنت کا خزانچی رہا اور اسی ہزار برس تک ملائکہ کا ساتھی رہا اور بیس ہزار برس تک ملائکہ کو وعظ سناتا رہا اور تیس ہزار برس تک مقربین کا سردار رہا اور ایک ہزار برس تک روحانین کی سرداری کے منصب پر رہا اور چودہ ہزار برس تک عرش کا طواف کرتا رہا اور پہلے آسمان میں اس کا نام عابد اور دوسرے آسمان میں زاہد اور تیسرے آسمان میں عارف اور چوتھے آسمان میں ولی اور پانچویں آسمان میں تقی اور چھٹے آسمان میں خازن اور ساتویں آسمان میں عزازیل تھا اور لوح محفوظ میں اس کا نام ابلیس لکھا ہوا تھا اور یہ اپنے انجام سے غافل اور خاتمہ سے بے خبر تھا۔ (صاوی ج ۱ و جمل ج ۱ ص ۱۴)

marfat.com

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تحقیر اور اپنی بڑائی کا اظہار کر کے تکبر کیا اسی جرم کی سزا میں خداوندِ عالم نے اس کو مردود بارگاہ کر کے دونوں جہاں میں ملعون فرما دیا اور اس کو اور اس کی پیروی کرنے والوں کو جہنم میں عذاب نار کا سزاوار بنا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہوا کہ

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الاعراف ۱۲-۱۸)

(اللہ) نے فرمایا کہ اے ابلیس! کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ وہ بولا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے بنایا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اتر جا' تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں رہ کر غرور کرے۔ نکل جا تو ذلت والوں میں سے ہے ابلیس بولا کہ تو مجھے قیامت کے دن تک کی مہلت دے دے۔ اللہ نے فرمایا تجھے مہلت ہے۔ وہ بولا کہ خداوند' قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر تیرے بندوں کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ضرور ان کے آگے ان کے پیچھے اور ان کے دائیں ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا (اور بہکاؤں گا) تو اے اللہ! تو اپنے اکثر بندوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ (اے شیطان) تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہے تو راندہ ہوا ہے' جو میرے بندوں میں سے تیرے کہے پر چلے گا۔ میں ضرور تم سبھوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔

marfat.com

درسِ ہدایت

قرآن مجید کے اس عجیب واقعہ میں عبرتوں اور نصیحتوں کی بڑی بڑی درخشندہ و تابندہ تجلیاں ہیں۔ اسی لئے اس واقعہ کو خداوند قدوس نے مختلف الفاظ میں اور متعدد طرز بیان کے ساتھ قرآن مجید کے سات مقامات میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی سورۂ بقرہ' سورۂ اعراف' سورۂ حجر' سورۂ بنی اسرائیل' سورۂ کہف' سورۂ طٰہٰ' سورۂ ص میں اس دل ہلا دینے والے واقعہ کا تذکرہ مذکور ہے جس سے مندرجہ ذیل حقائق کا درسِ ہدایت ملتا ہے۔

(۱) اس سے ایک بہت بڑا درسِ ہدایت تو یہ ملتا ہے کہ کبھی ہرگز ہرگز اپنی عبادتوں اور نیکیوں پر گھمنڈ اور غرور نہیں کرنا چاہئے اور کسی گنہگار کو اپنی مغفرت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ انجام کیا ہوگا؟ اور خاتمہ کیسا ہوگا۔ عام بندوں کو اس کی کوئی خبر نہیں ہے اور نجات و فلاح کا دارومدار درحقیقت خاتمہ بالخیر پر ہی ہے بڑے سے بڑا عابد اگر اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہوا تو وہ جہنمی ہوگا اور بڑے سے بڑا گنہگار اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوگیا تو وہ جنتی ہوگا دیکھ لو کہ ابلیس کتنا بڑا عبادت گزار اور کس قدر مقرب بارگاہ تھا اور کیسے کیسے مراتب درجات کے شرف سے سرفراز تھا مگر انجام کیا ہوا؟ کہ اس کی ساری عبادتیں غارت و اکارت ہوگئیں اور وہ دونوں جہاں میں ملعون ہوکر عذاب جہنم کا حقدار بن گیا کیونکہ اس کو اپنی عبادتوں اور بلندی درجات پر غرور اور تکبر ہوگیا تھا مگر وہ اپنے انجام اور خاتمہ سے بالکل بے خبر تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بندہ اہل جہنم کے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور ایک بندہ اہل جنت کے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ **انما الاعمال بالخواتیم**۔ یعنی اعمال کا اعتبار خاتموں پر ہے۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۰ باب الایمان بالقدر)

خداوند کریم ہر مسلمان کو خاتمہ بالخیر کی سعادت نصیب فرمائے اور برے انجام اور برے خاتمہ سے محفوظ رکھے۔ (آمین) (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) اس سے بھی معلوم ہوا کہ عالم ہو یا جاہل' متقی ہو یا گنہگار ہر آدمی کو زندگی بھر شیطان کے وسوسوں سے ہوشیار اور اس کے دغدغوں سے بچتا رہنا چاہئے کیونکہ شیطان نے قسم

marfat.com

کھا کر خدا کے حضور میں اعلان کر دیا ہے کہ میں آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے وسوسہ ڈال کر تیرے بندوں کو صراط مستقیم سے بہکاتا رہوں اور بہت سے بندوں کو خدا کا شکر گزار ہونے سے روک دوں گا۔

(۴) شیطان نے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چاروں جانب سے انسانوں پر حملہ آور ہونے اور وسوسہ ڈالنے کا اعلان کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اوپر اور نیچے ان دو جانب سے شیطان انسانوں پر کبھی حملہ آور نہیں ہوگا نہ اوپر اور نیچے کی جانب سے کوئی وسوسہ ڈال سکے گا لہٰذا اگر کوئی انسان اپنے اوپر یا نیچے کی طرف سے کوئی روشنی پائے تو یہ ابلیس کا وسوسہ نہیں ہے بلکہ اس کو خیر سمجھ کر اس کی جانب متوجہ ہو اور خداوند قدوس کی طرف سے خیر اور بھلائی کی امید رکھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۵) بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب

جب میدان "تیہ" میں بنی اسرائیل نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم زمین سے اگنے والے غلے اور ترکاریاں کھائیں گے تو ان لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ تم لوگ "من و سلویٰ" کے نفیس کھانے کو چھوڑ کر گیہوں' دال اور ترکاریوں جیسی خسیس اور گھٹیا غذائیں کیوں طلب کر رہے ہو؟ مگر جب بنی اسرائیل اپنی ضد پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم لوگ میدان تیہ سے نکل کر شہر بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ اور وہاں بلا روک ٹوک اپنی پسند کی اور من بھاتی غذائیں کھاؤ۔ مگر یہ ضروری ہے کہ تم لوگ بیت المقدس کے دروازے میں کمال ادب و احترام کے ساتھ جھک کر داخل ہونا اور داخلی ہوتے وقت یہ دعا مانگتے رہنا کہ یا اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے تو ہم تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے مگر بنی اسرائیل جو ہمیشہ سے سرکشی اور شرارتوں کے عادی اور خدا کی نافرمانیوں کے خوگر تھے۔ بیت المقدس کے قریب پہنچ کر ایک دم ان لوگوں کی رگ شرارت بھڑک اٹھی اور یہ نافرمان لوگ بجائے جھک کر داخل ہونے کے اپنے سرینوں پر گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے اور حطة (معافی کی دعا مانگتے ہیں) کے بدلے حبتہ فی شعرة (ایک دانہ ہے ایک بال بال میں) کہتے ہوئے اور مذاق و تمسخر کرتے ہوئے بیت المقدس کے دروازے میں گھستے چلے گئے۔ فرمان ربانی کی

marfat.com

اس نافرمانی اور حکم الٰہی کے ساتھ تمسخر کی وجہ سے ان لوگوں پر قہر خداوندی بصورت عذاب نازل ہوگیا کہ اچانک ان لوگوں میں طاعون کی بیماری وبائی شکل میں پھیل گئی اور گھنٹہ بھر میں ستر ہزار بنی اسرائیل دردو کرب سے مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

(صاوی ج ا ص ۳۱ وجلالین)

طاعون

ایک مہلک وبائی بیماری ہے جس کو ڈاکٹر "پلیگ" کہتے ہیں۔ اس بیماری میں گردن اور بغلوں اور کنج ران میں آم کی گٹھلی کے برابر گلٹیاں نکل آتی ہیں جن میں بے پناہ درد اور ناقابل برداشت سوزش ہوتی ہے اور شدید بخار چڑھ جاتا ہے اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور دردناک جلن سے شعلہ کی طرح جلنے لگتی ہیں اور مریض شدت درد اور شدید بے چینی و بے قراری میں تڑپ تڑپ کر بہت جلد مر جاتا ہے اور جس بستی میں یہ وباء پھیل جاتی ہے اس بستی کی اکثر آبادی موت کے گھاٹ اتر جاتی ہے اور ہر طرف ویرانی اور خوف و ہراس کا دور دورہ پھیل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

(البقرہ: ۵۸-۵۹)

اور جب ہم نے فرمایا کہ تم اس بستی (بیت المقدس) میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بلاروک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سے جھکتے ہوئے داخل ہو اور یہ کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے تو ظالموں نے وہ بات بدل دی جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب (طاعون) اتار دیا ان کے فسق اور بے حکمی کا بدلہ دینے کے لیے۔

marfat.com

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی نافرمانی اور احکام ربانی کے ساتھ تمسخر ومذاق کرنے کا کتنا بھیانک اور کس قدر ہولناک انجام ہوتا ہے کہ آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ برقرار ہی ہے دنیا ہی میں قہرالٰہی بصورت عذاب نازل ہوجاتا ہے جس سے لوگ ہلاک ہوکر فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں اور بستیاں ویران ہوجاتی ہیں۔ معاذ اللہ عنہ۔

فائدہ

طاعون' بنی اسرائیل کے حق میں عذاب تھا مگر اس خیرالامم یعنی خاتم الانبیاء ﷺ کی اُمت کے حق میں یہ بیماری رحمت ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہوتا ہے۔ (صاوی ج ا ص ۳۲)

مسئلہ یہ ہے کہ جس بستی میں طاعون کی وباء پھیلی ہو وہاں جانا نہیں چاہئے اور اگر اپنی بستی میں طاعون آجائے تو بستی چھوڑ کر دوسری جگہ بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ طاعون کی وباء میں اپنی بستی کے اندر خدا پر توکل کر کے صبر کے ساتھ رہنا چاہئے اگر اس بیماری میں مرگیا تو شہید ہوگا اور طاعون کے ڈر سے بستی چھوڑ کر بھاگنے والے پر اتنا بڑا گناہ ہوتا ہے جتنا کہ جہاد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں پر گناہ ہوتا ہے اس لئے ہرگز ہرگز بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ اس بیماری میں صبر کے ساتھ اپنی بستی ہی میں مقیم رہنا چاہئے کہ اس پر خداوند تعالیٰ نے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۶) صفا ومروہ

چھوٹی چھوٹی دو پہاڑیاں ہیں جو حرم کعبہ مکرمہ کے بالکل قریب ہی میں ہیں اور آج کل تو بلند عمارتوں اور اونچی سڑکوں اور یہ دونوں پہاڑیوں کے درمیان چھت بن جانے اور تعمیرات کے ردوبدل سے دونوں پہاڑیاں برائے نام ہی کچھ بلندی رکھتی ہیں۔ انہیں دونوں پہاڑیوں پر چڑھ کر اور چکر لگا کر حضرت بی بی ہاجرہ نے اس وقت پانی کی جستجو اور تلاش کی تھی جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شیرخوار بچے تھے اور پیاس کی شدت سے بے قرار ہوگئے تھے۔ اسی

marfat.com

لئے زمانہ قدیم سے یہ دونوں پہاڑیاں بہت مقدس مانی جاتی تھیں اور حجاج کرام ان دونوں پہاڑیوں پر چڑھ کر بڑے احترام اور جذبہ عقیدت کے ساتھ طواف کرتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے۔

مگر زمانہ جاہلیت میں ایک مرد جس کا نام ''اساف'' تھا اور ایک عورت جس کا نام ''نائلہ'' تھا۔ ان دونوں خبیثوں نے خانہ کعبہ کے اندر زنا کاری کرلی تو ان دونوں پر یہ قہر الٰہی نازل ہوگیا کہ یہ دونوں مسخ ہوکر پتھر کی مورت اور بت بن گئے۔ پھر زمانہ جاہلیت کے بت پرستوں نے ان دونوں مجسموں کو کعبہ سے اٹھا کر صفا و مروہ کی دونوں پہاڑیوں پر رکھ دیا اور ان دونوں بتوں کی پوجا کرنے لگے۔

پھر جب عرب میں اسلام پھیل گیا تو مسلمان 'اساف و نائلہ'' دونوں بتوں کی وجہ سے ان دونوں پہاڑیوں پر جانے کو گناہ سمجھنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ حکم نازل فرمایا کہ صفا و مروہ کے طواف اور ان دونوں کی زیارت میں کوئی حرج و گناہ نہیں بلکہ حج و عمرہ دونوں عبادتوں میں صفا و مروہ کا طواف ضروری ہے۔ (صاوی ج ۱ ص ۶۵)

فتح مکہ کے دن حضور سید اکرم ﷺ نے ان دونوں پہاڑیوں پر سے ''اساف و نائلہ'' دونوں بتوں کو توڑ پھوڑ کر نیست و نابود کردیا اور ان دونوں پہاڑیوں کو حسب دستور سابق مقدس و معظم قرار دے کر ان دونوں کا طواف حج و عمرہ میں ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۱۵۸)	بے شک صفا اور مروہ اللہ کے دین کے نشانوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو کوئی اپنی طرف سے اچھی بات کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے

درسِ ہدایت

صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر حضرت ہاجرہ نے دوڑ کر پانی تلاش کیا تو ایک نبی یعنی

marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور ایک نبی یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں حضرت بی بی ہاجرہ کے قدم ان پہاڑیوں پر پڑ جانے سے ان دونوں پہاڑیوں کو یہ عزت وعظمت مل گئی کہ حضرت بی بی ہاجرہ کی ایک مقدّس یادگار بن جانے کا ان دونوں پہاڑیوں کو اعزاز شرف مل گیا اور یہ دونوں پہاڑیاں حج وعمرہ کرنے والوں کے لئے طواف وسعی کا ایک مقبول ومحترم مقام بن گئیں۔ اس سے یہ ہدایت کا سبق ملتا ہے کہ اللہ والوں اور اللہ والیوں سے اگر کسی جگہ کو کوئی خاص تعلق حاصل ہو جائے تو وہ جگہ بہت معزز ومعظم بن جاتی ہے اور ہر مسلمان کے لئے وہ جگہ قابل تعظیم ولائق احترام ہو جاتی ہے ورنہ مکہ معظمہ میں بہت سی پہاڑیاں اور چھوٹے بڑے بہت سے پہاڑ ہیں مگر صفا ومروہ کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کو جو تقدّس وعظمت حاصل ہے وہ کسی دوسرے پہاڑ کو حاصل نہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ دونوں پہاڑیاں ایک اللہ والی ہی کی ایک مبارک جدوجہد کی یادگار ہیں۔

اسی پر گنبد خضراء اور اولیاء اللہ کے روضوں اور ان حضرات کی عبادت گاہوں اور دوسرے مقدّس مقامات کو قیاس کر لینا چاہئے کہ یہ سب خاصان خدا کی نسبت وتعلق کی وجہ سے معزز ومعظم اور قابل تقدّس ولائق تعظیم واحترام ہیں اور ان سب جگہوں کی تعظیم وتوقیر خدا وند قدّوس کی خوشنودی کا باعث اور ان سب مقامات کی بے ادبی وتحقیر وقہر قہار وغضب جبار کا سبب ہے لہٰذا ان لوگوں کو جو گنبد خضراء اور مقابر اولیاء اللہ کی بے ادبی کرتے اور ان کو منہدم اور مسمار کرنے کا پلان بناتے رہتے ہیں ان حقائق کے ستاروں سے ہدایت کی روشنی حاصل کرنی چاہئے اور اپنی نحوستوں اور بدبختیوں سے تائب ہو کر صراط مستقیم کی راہ پر ثابت قدم ہو جانا چاہئے۔ خداوند قدّوس اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم کے طفیل میں سب کو ہدایت کا نور عطا فرمائے اور صراط مستقیم کی شاہراہ پر چلائے۔ آمین۔

(۷) ستر آدمی مر کر زندہ ہو گئے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر چالیس دن کے لئے تشریف لے گئے تو سامری منافق نے چاندی سونے کے زیورات پگھلا کر ایک بچھڑے کی مورت بنا کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی مٹی اس مورت کے منہ میں ڈال دی تو وہ زندہ ہو کر بولنے لگا۔ پھر

marfat.com

سامری نے مجمع عام میں یہ تقریر شروع کردی کہ اے بنی اسرائیل! حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے باتیں کرنے کیلئے کوہ طور پر تشریف لے گئے ہیں لیکن خدا تو خود ہم لوگوں کے پاس آ گیا ہے اور بچھڑے کی طرف اشارہ کر کے بولا کہ یہی خدا ہے۔ سامری نے ایسی گمراہ کن تقریر کی کہ بنی اسرائیل کو بچھڑے کے خدا ہونے کا یقین آ گیا اور وہ اس بچھڑے کو پوجنے لگے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس تشریف لائے تو بنی اسرائیل کو بچھڑا پوجتے دیکھ کر بے حد ناراض ہوئے پھر غضب وجلال میں آ کر اس بچھڑے کو توڑ پھوڑ کر برباد کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی ہے وہ لوگ بچھڑا پوجنے والوں کو قتل کریں۔ چنانچہ ستر ہزار بچھڑے کی پوجا کرنے والے قتل ہوگئے اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو منتخب کر کے کوہ طور پر لے جائیں اور یہ سب لوگ بچھڑا پوجنے والوں کی طرف سے معذرت طلب کرتے ہوئے یہ دعا مانگیں کہ بچھڑا پوجنے والوں کے گناہ معاف ہوجائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چن چن کر اچھے اچھے ستر آدمیوں کو ساتھ لیا اور کوہ طور پر تشریف لے گئے جب لوگ کوہ طور پر طلب معذرت واستغفار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی کہ

> اے بنی اسرائیل! میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' میں نے ہی تم لوگوں کو فرعون کے ظلم سے نجات دے کر تم لوگوں کو بچایا ہے لہٰذا تم لوگ فقط میری ہی عبادت کرو اور میرے سوا کسی کو مت پوجو

اللہ تعالیٰ کا یہ کلام سن کر یہ ستر آدمی ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم ہرگز ہرگز آپ کی بات نہیں مانیں گے جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔ یہ ستر آدمی اپنی ضد پر بالکل اڑ گئے کہ ہم کو آپ خدا کا دیدار کرائیے ورنہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے کہ خداوند عالم نے یہ فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو بہت بہت سمجھایا مگر یہ شریر وسرکش لوگ اپنے مطالبہ پر اڑے رہ گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب وجلال کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے ایک ایسی خوفناک چیخ ماری کہ خوف وہراس سے لوگوں کے دل پھٹ گئے اور یہ ستر آدمی مر گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم سے کچھ گفتگو کی اور ان لوگوں کے زندہ ہوجانے کی دعا مانگی تو یہ لوگ زندہ ہوگئے۔ (صاوی ج ۱ ص ۳۰)

marfat.com

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(البقرہ:۵۵-۵۶)

اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے یہاں تک کہ تم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تم کو ایک کڑک نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر مر جانے کے بعد تم لوگوں کو ہم نے زندہ کیا کہ تم ہمارا احسان مانو۔

درسِ ہدایت

(۱) اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے پیغمبر کی بات نہ مان کر اپنی ضد پر اڑے رہنا بڑی ہی خطرناک بات ہے پھر ان ستر آدمیوں کا مر کر زندہ ہو جانا یہ خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کا اظہار و اعلان ہے تا کہ لوگ ایمان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

(۲) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا قانون یہ تھا کہ گناہ شرک کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے۔ پھر قوم کے نیک لوگ ان کے لئے طلب معذرت اور دعا مغفرت کریں تب ان شرک کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی تھی مگر ہمارے حضور سید الانبیاء و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت چونکہ آسان شریعت ہے اس لئے اس کے قانون میں توبہ قبول ہونے کے یہی کافی ہے کہ گناہ کرنے والا اگرچہ کفر و شرک کا گناہ کر لیا ہو سچے دل سے اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندہ ہو کر معافی طلب کرے اور اپنے دل میں یہ عہد و عزم کرے کہ پھر وہ یہ گناہ نہیں کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور اس کے گناہ کو معاف فرما دے گا توبہ قبول ہونے کے لئے گناہ کرنے والوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

سبحان اللہ! یہ حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا طفیل ہے کہ وہ اپنی اُمت پر رؤف و رحیم اور بے حد مہربان ہیں تو ان کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی اپنے حبیب کی اُمت پر بہت زیادہ رحیم و کریم بلکہ ارحم الراحمین ہے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وبارك وسلم

marfat.com

(۸) ایک تاریخی مناظرہ

یہ نمرود اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مناظرہ ہے جس کی روداد قرآن مجید میں مذکور ہے۔

نمرود کون تھا

نمرود بڑے طنطنے کا بادشاہ تھا سب سے پہلے اس نے اپنے سر پر تاج شاہی رکھا اور خدائی کا دعویٰ کیا۔ یہ ولدالزنا اور حرامی تھا۔ اس کی ماں نے زنا کرا لیا تھا جس سے نمرود پیدا ہوا تھا کیونکہ نمرود کی ماں کا شوہر نامرد تھا اس لئے نمرود کی ماں کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ سلطنت کا کوئی وارث پیدا نہ ہوگا تو بادشاہت ختم ہوجائے گی لیکن یہ حرامی لڑکا بڑا ہوکر بہت اقبال مند ہوا اور بہت بڑا بادشاہ بن گیا۔ مشہور ہے کہ پوری دنیا کی بادشاہی صرف چار ہی شخصوں کو ملی جن میں سے دو مؤمن تھے اور دو کافر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین تو صاحبان ایمان تھے۔ نمرود اور بخت نصر یہ دونوں کافر تھے۔ نمرود نے اپنی سلطنت بھر میں یہ قانون نافذ کردیا تھا کہ اس نے خوراک کی تمام چیزوں کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ یہ صرف ان ہی لوگوں کو خوراک کا سامان دیا کرتا تھا جو لوگ اس کی خدائی کو تسلیم کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے دربار میں غلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے تو اس خبیث نے کہا کہ پہلے تم مجھ کو اپنا خدا تسلیم کرو۔ جبھی میں تم کو غلہ دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھرے دربار میں علی الاعلان فرما دیا کہ تو جھوٹا ہے اور میں صرف ایک خدا کا پرستار ہوں جو وحدہ لاشریک لہ ہے یہ سن کر نمرود آپے سے باہر ہوگیا اور آپ کو دربار سے نکال دیا اور ایک دانہ بھی نہیں دیا۔ آپ اور آپ کے چند متبعین جو مؤمن تھے بھوک کی شدت سے پریشان ہوکر جاں بلب ہوگئے۔ اس وقت آپ ایک تھیلا لے کر ایک ٹیلے کے پاس تشریف لے گئے اور تھیلے میں ریت بھر کر لائے اور خداوند قدوس سے دعا مانگی تو وہ ریت آٹا بن گئی اور آپ نے اس کو اپنے متبعین کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔ پھر نمرود کی دشمنی اس حد تک بڑھ گئی کہ اس نے آپ کو آگ میں ڈلوا دیا مگر وہ آگ آپ پر گلزار بن گئی اور آپ سلامتی کے ساتھ اس آگ سے باہر نکل آئے اور علی الاعلان نمرود کو جھوٹا کہہ کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی توحید کا چرچا کرنے

marfat.com

لگے۔ نمرود نے آپ کے کلمہ حق سے تنگ آ کر ایک دن آپ کو اپنے دربار میں بلایا اور حسب ذیل مکالمہ بصورت مناظرہ شروع کر دیا۔ (صاوی ج ا ص ۱۰۹، وجمل ج ا ص ۲۱۰)

''نمرود'' اے ابراہیم! (علیہ السلام) بتاؤ تمہارا رب کون ہے جس کی عبادت کی تم لوگوں کو دعوت دے رہے ہو؟

''حضرت ابراہیم'' اے نمرود! میرا رب وہی ہے جو لوگوں کو جلاتا ہے اور مارتا ہے!

''نمرود'' یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں چنانچہ اس وقت اس نے دو قیدیوں کو جیل خانہ سے دربار میں بلوایا۔ ایک کو موت کی سزا ہو چکی تھی اور دوسرا رہا ہو چکا تھا۔ نمرود نے پھانسی پانے والے کو تو چھوڑ دیا اور بے قصور کو پھانسی دے دی اور بولا کہ دیکھ لو جو مردہ تھا میں نے اس کو جلا دی اور جو زندہ تھا میں نے اس کو مردہ کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ نمرود بالکل ہی احمق اور نہایت گھامڑ آدمی ہے جو ''جلانے اور مارنے'' کا یہ مطلب سمجھ بیٹھا۔ اس لئے آپ نے اس کے سامنے ایک دوسری بہت ہی واضح اور روشن دلیل پیش فرمائی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

''حضرت ابراہیم'' اے نمرود! میرا رب وہی ہے جو سورج کو پورب سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو ایک دن سورج کو پچھم سے نکال دے!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دلیل سن کر نمرود مبہوت و حیران رہ گیا اور کچھ بھی نہ بول سکا۔ اس طرح یہ مناظرہ ختم ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مناظرہ میں فتح مند ہو کر دربار سے باہر تشریف لائے اور توحید الٰہی کا وعظ علی الاعلان فرمانا شروع کر دیا۔ قرآن مجید نے اس مناظرہ کی روداد ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ	(اے محبوب) کیا آپ نے نہ دیکھا اس شخص کو
رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ	جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے ان کے رب کے
اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ	بارے میں اس گھمنڈ پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اس کو
ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ قَالَ	بادشاہی دی جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب
اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ	وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ بولا کہ میں
مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ	زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ

marfat.com

الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

(البقرہ:۲۵۸)

اللہ سورج کو پورب سے لاتا ہے تو اس کو پچھم سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے چند اسباق کی روشنی ملتی ہے کہ

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی توحید کے اعلان پر پہاڑ کی طرح قائم رہے نہ نمرود کی بے شمار فوجوں سے خائف ہوئے نہ اس کے ظلم و جبر سے مرعوب ہوئے بلکہ جب اس ظالم نے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈلوا دیا اس وقت بھی آپ کے پائے عزم و استقلال میں بال برابر لغزش نہیں ہوئی اور آپ برابر نعرہ توحید بلند کرتے رہے پھر اس بے رحم نے آپ پر دانہ پانی بند کر دیا۔ اس پر بھی آپ کے عزم و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ پھر اس نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور دربار شاہی میں طلب کیا تاکہ شاہی رعب و داب دکھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مرعوب کر دے لیکن آپ نے بالکل بے خوف ہو کر مناظرہ کا چیلنج قبول فرما لیا اور دربار شاہی میں پہنچ کر ایسی مضبوط اور دنداں شکن دلیل پیش فرمائی کہ نمرود کے ہوش اڑ گئے اور وہ ہکا بکا ہو کر لاجواب اور خاموش ہو گیا اور بھرے دربار میں اس کلمہ حق کی تجلی ہو گئی کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے والا ہی تھا۔ بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صداقت و حقانیت کا پرچم سر بلند ہو گیا اور نمرود ایک مچھر جیسی حقیر مخلوق سے ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اسوہ حسنہ سے علماء حق کو سبق لینا چاہئے کہ باطل پرستوں کے مقابلہ میں ہر قسم کے خوف و ہراس اور تکالیف سے بے نیاز ہو کر آخری دم تک ڈٹے رہنا چاہئے اور یہ ایمان و یقین رکھنا چاہئے کہ ضرور ضرور نصرت خداوندی ہماری امداد و دستگیری فرمائے گی اور بالآخر باطل پرستوں کے مقابلہ میں ہم ہی فتح مند ہوں گے اور باطل پرست یقیناً خائب و خاسر ہو کر ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

marfat.com

(۲) یہ ایمان وعقیدہ مضبوطی کے ساتھ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم حق پرستوں کو غیب سے روزی کا سامان دے گا کیونکہ ظالم نمرود نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غلہ دینا بند کردیا اور ملک بھر میں ان کو کہیں ایک دانہ بھی نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ نے ریت اور مٹی کو ان کے لئے آٹا بنا دیا اور اسلام کے اس عقیدہ کی حقانیت کا سورج چمک اٹھا کہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنَ یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً روزی دینے والا اللہ ہی ہے جو بڑی مضبوط طاقت وقدرت والا ہے۔

بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طرز فکر وعمل اور آپ کا یہ اسوہ تمام حق پرست عالموں کے لئے چراغ راہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے والے ضرور ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے یہ وہ تابندہ حقیقت ہے جو آفتاب عالم تاب سے بھی زیادہ تابناک اور روشن ہے۔ سبحان اللہ کس قدر حقیقت افروز ہے یہ شعر کہ ؎

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستان پیدا

(۹) انسانوں میں ہمیشہ دشمنی رہے گی

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نہایت ہی آرام اور چین کے ساتھ جنت میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ جنت کا جو پھل بھی چاہو بلاروک ٹوک سیر ہوکر تم دونوں کھا سکتے ہو مگر صرف ایک درخت کا پھل کھانے کی ممانعت تھی کہ اس کے قریب مت جانا۔ وہ درخت گیہوں تھا یا انگور تھا چنانچہ دونوں اس درخت سے مدت دراز تک بچتے رہے لیکن ان دونوں کا دشمن ابلیس برابر تاک میں لگا رہا۔ آخر اس نے ایک دن اپنا وسوسہ ڈال ہی دیا اور قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے تم دونوں کو منع کردیا ہے۔ وہ ''شجرۃ الخلد'' ہے یعنی جو اس درخت کا پھل کھالے گا وہ کبھی جنت سے نہیں نکالا جائے گا پہلے حضرت حوا علیہا السلام اس شیطانی وسوسہ کا شکار ہوگئیں اور انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اس پر راضی کرلیا اور وہ ناگہاں غیر ارادی طور پر اس درخت کا پھل کھا گئے۔

marfat.com

آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھ لیا کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کی نہی تنزیہی ہے اور واقعی ہرگز ہرگز نہی تحریمی نہیں تھی ورنہ حضرت آدم علیہ السلام نبی ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز اس درخت کا پھل نہ کھاتے کیونکہ نبی تو ہر گناہ سے معصوم ہوتا ہے بہرحال حضرت آدم علیہ السلام سے اس سلسلے میں اجتہادی خطا سرزد ہوگئی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہوتی۔ (خزائن العرفان ص ۱۲)

لیکن حضرت آدم علیہ السلام چونکہ دربار الٰہی میں بہت مقرب اور بڑے بڑے درجات پر فائز تھے اس لئے اجتہادی خطا پر بھی موردِ عتاب ہوگئے فوراً ہی بہشتی لباس دونوں کے بدن سے گر پڑے اور یہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا ستر چھپانے لگے اور خداوند قدوس کا حکم ہوگیا کہ تم دونوں جنت سے زمین پر اتر پڑو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو خاص باتیں ارشاد فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ تمہاری اولاد میں بعض بعض کا دشمن ہوگا کہ ہمیشہ آپس میں انسانوں کی دشمنی چلتی رہے گی دوسری یہ کہ عمر بھر تم دونوں کو زمین میں ٹھہرنا ہے پھر اس کے بعد ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ (البقرۃ:۳۶)

تو شیطان نے ان دونوں (آدم، حوا) کو جنت سے لغوش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان دونوں کو الگ کردیا اور ہم نے فرما دیا کہ نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہوگا اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

درسِ ہدایت

اس ارشاد ربانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو انسانوں میں مختلف وجوہات کی بناء پر عداوتیں اور دشمنیاں چل رہی ہیں یہ کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ لاکھ کوشش کرو کہ دنیا میں لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی کا خاتمہ ہوجائے مگر چونکہ یہ حکم خداوندی کے باعث ہے اس لئے یہ عداوتیں کبھی ہرگز ختم نہ ہوں گی۔ کبھی ایک ملک دوسرے ملک کا دشمن ہوگا۔ کبھی مزدور سیٹھ اور

marfat.com

سرمایہ دار میں دشمنی رہے گی۔ کبھی امیر وغریب کی عداوت زور پکڑے گی۔ کبھی مذہبی ولسانی دشمنی رنگ لائے گی کبھی تہذیب وتمدن کے باہمی ٹکراؤ کی دشمنی ابھرے گی۔ کبھی ایمانداروں اور بے ایمانوں کی عداوت رنگ دکھائے گی الغرض دنیا میں انسانوں کی آپس میں عداوت و دشمنی کا بازار ہمیشہ گرم ہی رہے گا۔ اس لئے لوگوں کو اس سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ اس عداوت اور دشمنی کو یکسو ختم کرنے کی تدبیروں پر غوروخوض کرکے پریشان خاطر ہونے سے کوئی فائدہ ہے کیونکہ جس طرح اندھیرے اور اجالے کی دشمنی، آگ اور پانی کی دشمنی، گرمی اور سردی کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔ ٹھیک اسی طرح انسانوں میں آپس کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے زمین پر آنے سے پہلے ہی یہ فرمادیا ہے کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ یعنی ایک انسان دوسرے انسان کا دشمن ہوگا تو یہ عداوت ودشمنی خلقی اور فطری ہے جو حکم الٰہی اور اس کی مشیت سے ہے تو پھر بھلا کون ہے جو اس عداوت کا دنیا سے خاتمہ کرا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی؟

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک ندامت کی وجہ سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور روتے ہی رہے۔ روایت ہے کہ اگر تمام انسانوں کے آنسو جمع کئے جائیں تو اتنے نہیں ہوں گے جتنے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام کے خوف الٰہی سے زمین پر گرے اور اگر تمام انسانوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو ان سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ (صاوی ج ۱ ص ۴۳) بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ پڑھ کر دعا مانگی کہ **سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك لا اله الا انت ظلمت نفسى فاغفرلى انه لايغفر الذنوب الا انت** ۔یعنی اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت ہی بلند مرتبہ ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو گناہوں کو بخش دے۔ (جمل ج ۱ ص ۴۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا

marfat.com

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پڑھا یعنی اے رب پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا اور اگر تو ہمیں رحم فرما کر نہ بخشے گا تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (جلالین)

لیکن حاکم وطبرانی وابونعیم وبیہقی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب الٰہی ہوا تو آپ توبہ کی فکر میں حیران تھے ناگہاں اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ بارگاہ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو میسر نہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ ملا کر عرش پر مکتوب فرمایا ہے لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں ربنا ظلمنا انفسنا کے ساتھ یہ عرض کیا کہ اسئلك بحق محمد ان تغفرلی اور ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات بھی ہیں کہ اللھم انی اسئلك بجاہ محمد عبدك و کرامته علیك ان تغفرلی خطیئتی یعنی اے اللہ! تیرے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ ومرتبہ کے طفیل میں اور ان کی بزرگی کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے۔ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو بخش دے۔

یہ دعا کرتے ہی حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی اور توبہ مقبول ہوئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ (خزائن العرفان ص ۱۲)

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ:۳۷)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے چند اسباق پر روشنی پڑتی ہے جو یہ ہیں۔

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان بارگاہ الٰہی کے وسیلہ سے بحق فلاں و بجاہ فلاں کہہ کر دعا مانگنی جائز اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دسویں محرم کو قبول ہوئی۔ جنت سے نکلتے وقت دوسری نعمتوں

marfat.com

کے ساتھ عربی زبان بھی آپ سے بھلا دی گئی تھی اور بجائے اس کے سریانی زبان آپ کی زبان پر جاری کردی گئی تھی مگر توبہ قبول ہونے کے بعد پھر عربی زبان بھی آپ کو عطا کردی گئی۔ (خزائن العرفان ص۱۲)

(۳) چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی یا ظالم کہے گا وہ نبی کی توہین کے سبب سے کافر ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ مالک ومولیٰ ہے وہ اپنے بندہ خاص حضرت آدم علیہ السلام کو جو چاہے فرمائے۔ اس میں ان کی عزت ہے دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کوئی لفظ زبان پر لائے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے کلمات کو دلیل بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر اور ان کے ادب واطاعت کا حکم فرمایا ہے لہٰذا ہم پر یہی لازم ہے کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب واحترام لازم جانیں اور ہرگز ہرگز ان حضرات کی شان میں کوئی ایسا لفظ نہ بولیں جس میں ادب کی کمی کا کوئی شائبہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ ''حواری'' جو آپ پر ایمان لاکر اور اپنے اپنے اسلام کا اعلان کرکے اپنے تن من دھن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت وحمایت کے لئے ہر وقت اور ہر دم کمربستہ رہے۔ یہ کون لوگ تھے؟ اور ان لوگوں کو ''حواری'' کا لقب کیوں؟ اور کس معنی کے لحاظ سے دیا گیا؟

تو اس کے بارے میں صاحب تفسیر جمل نے فرمایا کہ ''حواری'' کا لفظ ''حور'' سے مشتق ہے جس کے معنی سفیدی کے ہیں چونکہ ان لوگوں کے کپڑے نہایت صاف تھے اور ان کے قلوب اور نیتیں بھی صفائی ستھرائی میں بہت بلند مقام رکھتی تھیں۔ اس بناء پر ان لوگوں کو حواری کہنے لگے اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ چونکہ یہ لوگ رزق حلال طلب کرنے کے لئے دھوبی کا پیشہ اختیار کرکے کپڑوں کی دھلائی کرتے تھے اس لئے یہ لوگ حواری کہلائے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سب لوگ شاہی خاندان سے تھے اور بہت ہی صاف اور سفید کپڑے پہنتے تھے

marfat.com

اس لئے لوگ حواری کہنے لگے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں آپ کھانا کھایا کرتے تھے اور وہ پیالہ کبھی کھانے سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ کسی نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دیدی تو اس نے آپ کو دربار میں طلب کر کے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ عیسٰی بن مریم خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں وہ بادشاہ آپ کی ذات اور آپ کے معجزات سے متاثر ہوکر آپ پر ایمان لایا اور سلطنت کا تخت وتاج چھوڑ کر اپنے تمام اقارب کے ساتھ آپ کی خدمت میں رہنے لگا چونکہ یہ شاہی خاندان بہت ہی سفید تھا اس لئے یہ سب حواری کے لقب سے مشہور ہوگئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سفید پوش مچھیروں کی ایک جماعت تھی جو مچھلیوں کا شکار کیا کرتے تھے حضرت عیسٰی علیہ السلام ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم لوگ مچھلیوں کا شکار کرتے ہو اگر تم لوگ میری پیروی کرنے پر کمربستہ ہوجاؤ تو تم لوگ آدمیوں کا شکار کر کے ان کو حیات جاودانی سے سرفراز کرنے لگو گے ان لوگوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا تو اس وقت شمعون نامی مچھلی کے شکاری نے دریار میں جال ڈال رکھا تھا مگر ساری رات گزر جانے کے باوجود ایک مچھلی بھی جال میں نہیں آئی تو آپ نے فرمایا کہ اب تم جال دریا میں ڈالو چنانچہ جیسے ہی اس نے جال کو دریا میں ڈالا لمحہ بھر میں اتنی مچھلیاں جال میں پھنس گئیں کہ جال کو کشتی چلانے والے نہیں اٹھا سکے چنانچہ دو کشتیوں کی مدد سے جال اٹھایا گیا اور دونوں کشتیاں مچھلیوں سے بھر گئیں۔ یہ معجزہ دیکھ کر دونوں کشتی والے جن کی تعداد بارہ تھی سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ ان ہی لوگوں کا لقب حواری ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ بارہ آدمی حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان لوگوں کے ایمان کامل اور حسن نیت کی بناء پر ان لوگوں کو یہ کرامت مل گئی کہ جب بھی ان لوگوں کو بھوک لگتی تو یہ لوگ کہتے کہ یاروح اللہ! ہم کو بھوک لگی ہے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام زمین پر ہاتھ مار دیتے تو زمین سے دو روٹیاں نکل کر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جایا کرتی تھیں اور جب یہ لوگ پیاس سے فریاد کرتے تھے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام زمین پر ہاتھ مار دیتے اور نہایت شیریں اور ٹھنڈا پانی ان لوگوں کو مل جایا کرتا تھا اسی طرح یہ لوگ کھاتے پیتے تھے کہ اے روح اللہ! ہم مؤمنوں میں سب سے افضل کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے روزی حاصل کر کے کھائے یہ سن کر ان بارہ حضرات نے رزق حلال کے لئے دھوبی کا پیشہ اختیار کرلیا چونکہ یہ لوگ کپڑوں کو دھو کر سفید

marfat.com

کرتے تھے اس لئے حواری کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے ایک رنگریز کے یہاں ملازم رکھوا دیا تھا ایک دن رنگریز مختلف کپڑوں کو نشان لگا کر چند رنگوں کا رنگنے کے لئے آپ کے سپرد کر کے کہیں باہر چلا گیا آپ نے ان سب کپڑوں کو ایک ہی رنگ کے برتن میں ڈال کر رنگ دیا۔ رنگریز نے گھبرا کر کہا کہ آپ نے سب کپڑوں کو ایک رنگ کر دیا حالانکہ میں نے نشان لگا کر مختلف رنگوں کا رنگنے کے لئے کہہ دیا تھا آپ نے فرمایا کہ اے کپڑو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہی رنگوں کے ہو جاؤ جن رنگوں کا یہ چاہتا تھا چنانچہ ایک ہی برتن میں سے لال، سبز، پیلا جن جن کپڑوں کو رنگریز جس جس رنگ کا چاہتا تھا وہ کپڑا اسی رنگ کا ہو کر نکلنے لگا آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر تمام حاضرین جو سفید پوش تھے اور جن کی تعداد بارہ تھی سب ایمان لائے یہی لوگ ''حواری'' کہلانے لگے۔

حضرت امام قفال علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ان بارہ حواریوں میں کچھ لوگ بادشاہ ہوں اور کچھ مچھیرے ہوں اور کچھ دھوبی ہوں اور کچھ رنگریز ہوں چونکہ یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص جاں نثار تھے اور ان لوگوں کے قلوب اور نیتیں صاف تھیں اس بناء پر ان بارہ پاکبازوں اور نیک نفسوں کو ''حواری'' کا معزز لقب عطا کیا گیا کیونکہ ''حواری'' کے معنی مخلص دوست کے ہیں۔ (جمل ج ۱ ص ۲۷۹ و خازن ج ۱ ص ۳۵۴)

بہرحال قرآن مجید میں حواریوں کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(آل عمران:۵۲)

تو جب حضرت عیسیٰ نے ان (یہودیوں) سے کفر پایا تو فرمایا۔ کون اللہ کی راہ میں میرے مددگار ہوتے ہیں؟ تو حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں دین خدا کے مددگار ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں

دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ بولے

marfat.com

وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○ (المائدہ رکوع ۱۵)

کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

درسِ ہدایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اگرچہ تعداد میں صرف بارہ تھے مگر یہودیوں کے مقابلہ میں آپ کی نصرت وحمایت میں جس پامردی اور عزم واستقلال کے ساتھ ڈٹے رہے۔ اس سے ہر مسلمان کو دین کے معاملہ میں ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔

اس قسم کے مخلص احباب اور مخصوص جان نثار اصحاب اللہ تعالیٰ ہر نبی کو عطا فرماتا ہے چنانچہ جنگ خندق کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوئے ہیں اور میرے حواری (حضرت) زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۵)

اور حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ قریش میں بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت علی
(۵) حضرت حمزہ (۶) حضرت جعفر (۷) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح
(۸) حضرت عثمان بن مظعون (۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
(۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاص (۱۱) حضرت طلحہ بن عبیداللہ (۱۲) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کہ ان مخلص جاں نثاروں نے ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کا بے مثال ریکارڈ قائم کر دیا۔ (معالم التنزیل بغوی ج ۱ ص ۳۵۳)

(۱۲) مرتدین سے جہاد کرنے والے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں چند آدمی اور آپ کی وفات اقدس کے بعد بہت لوگ اسلام سے مرتد ہونے والے تھے جن سے اسلام کی بقا کو شدید خطرہ لاحق ہونے والا تھا لیکن قرآن مجید نے برسوں پہلے یہ غیب کی خبر دی اور پیشین گوئی فرمادی کہ اس بھیانک اور خطرناک وقت پر اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا فرمائے گا جو اسلام کی محافظت کرے گی اور وہ ایسی صفتوں کی جامع ہوگی جو تمام دینوی اور آخروی فضائل وکمالات کا سرچشمہ ہیں اور یہی چھ

marfat.com

صفات ان محافظین اسلام کی علامات اوران کی پہچان کا نشان ہوں گی اوروہ چھ صفات یہ ہیں۔

(۱) وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے۔ (۲) وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے (۳) وہ مؤمنین پر بہت مہربان ہوں گے (۴) وہ کافروں کے لئے بہت سخت ہوں گے (۵) وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے (۶) وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہیں ہوں گے۔

صاحبَ تفسیر جمل نے کشاف کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ عرب کے گیارہ قبیلے اسلام قبول کرلینے کے بعد آگے پیچھے اسلام سے منحرف ہوکر مرتد ہوگئے۔تین قبائل تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں اور سات قبیلے حضرت امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور ایک قبیلہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد مگر یہ گیارہ قبائل اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود اسلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے بلکہ مجاہدین اسلام کے سرفروشانہ جہادوں کی بدولت یہ سب مرتدین تہس نہس ہوکر فنا کے گھاٹ اتر گئے اور پرچم اسلام برابر بلند سے بلند تر ہوتا ہی چلا گیا اور قرآن مجید کا وعدہ اور غیب کی خبر بالکل سچ اور صحیح ثابت ہوکر رہی۔

زمانہء رسالت کے تین مرتد قبائل

(۱) قبیلہ بنی مذلج جس کا رئیس ''اسود عنسی'' تھا جو''ذوالحمار'' کے لقب سے مشہور تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل اور یمن کے سرداروں کو فرمان بھیجا کہ مرتدین سے جہاد کریں چنانچہ فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اسود عنسی قتل ہوا اور اس کی جماعت بکھر گئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بستر علالت پر یہ خوشخبری سنائی گئی کہ اسود عنسی قتل ہوگیا اس کے دوسرے ہی دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوگیا۔

(۲) قبیلہ بنو حنیفہ جس کا سردار ''مسیلمۃ الکذاب'' تھا جس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد فرمایا اور لڑائی کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مسیلمۃ الکذاب مقتول ہوا اور اس کا گروہ کچھ قتل ہوگیا اور کچھ دوبارہ دامن اسلام میں آگئے۔

(۳) قبیلہ بنو اسد جس کا امیر طلحہ بن خویلد تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقابلہ کے لئے

marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور جنگ کے بعد طلحہ بن خویلد شکست کھا کر ملک شام بھاگ گیا مگر پھر دوبارہ اسلام قبول کرلیا اور آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس کی فوج کچھ کٹ گئی کچھ تائب ہوکر پھر دوبارہ مسلمان ہوگئے۔

خلافت صدیق اکبر کے ساتھ مرتد قبائل

(۱) قبیلہ فزارہ جس کا سردار عیینہ بن حصن فزاری تھا۔ (۲) قبیلہ غطفان جس کا سردار قرہ بن سلمہ قشیری تھا۔ (۳) قبیلہ بنوسلیم جس کا سرغنہ فجاءۃ بن یالیل تھا۔ (۴) قبیلہ بنی یربوع جس کا سربراہ مالک بن بریدہ تھا۔ (۵) قبیلہ بنوتمیم جن کی امیر سجاح بنت منذر ایک عورت تھی جس نے مسیلمۃ الکذاب سے شادی کرلی تھی (۶) قبیلہ کندہ جو اشعث بن قیس کے پیروکار تھے۔ (۷) قبیلہ بنو بکر جو محطمی بن یزید کے تابعدار تھے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتد ہونے والے ساتوں قبیلوں سے مہینوں تک بڑی خون ریز جنگ فرمائی چنانچہ کچھ ان میں سے مقتول ہوگئے اور کچھ توبہ کرکے پھر دامن اسلام میں آگئے۔

دورِ فاروقی کا مرتد قبیلہ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صرف ایک ہی قبیلہ مرتد ہوا اور یہ قبیلہ غسان تھا جس کی سرداری جبلہ بن ایہم کررہا تھا مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پرچم کے نیچے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کرکے اس گروہ کا قلع قمع کردیا اور پھر اس کے بعد کوئی قبیلہ بھی مرتد ہونے کے لئے سر نہیں اٹھا سکا۔

اس طرح مرتد ہونے والے ان گیارہ قبیلوں کا سارا فتنہ و فساد مجاہدین اسلام کے جہادوں کی بدولت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ (جمل ج ۱ ص ۵۰۲)

ان مرتدین سے لڑنے والے اور ان شریروں کا قلع قمع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن کے بارے میں برسوں پہلے قرآن مجید نے غیب کی خبر دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ	اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے
عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ	پھرے گا تو عنقریب اللہ ایک ایسی قوم کو لائے

marfat.com

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (المائدہ:۵۴)

گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا وہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کے کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

درسِ ہدایت

ان آیات سے حسب ذیل انوار ہدایت کی تجلیاں نمودار ہوتی ہیں۔

(۱) مرتدین کے فتنوں اور شورشوں سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ مرتدوں کے مقابلہ کے لئے ہر دور میں ایک ایسی جماعت کو پیدا فرما دے گا جو تمام مرتدین کی فتنہ پردازیوں کو ختم کر کے اسلام کا بول بالا کرتی رہے گی جن کی چھ نشانیاں ہوں گی۔

(۲) ان آیات بیّنات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے مرتدین کے گیارہ قبائل کی شورشوں کو ختم کر کے پرچم اسلام کو بلند سے بلندتر کر دیا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مندرجہ ذیل چھ عظیم صفات کے شرف سے سرفراز تھے۔ یعنی (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے محبوب ہیں۔ (۲) وہ اللہ تعالیٰ کے محبّ ہیں (۳) وہ مسلمانوں کے لئے رحم دل ہیں۔ (۴) وہ کافروں کے حق میں بہت سخت ہیں (۵) وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں (۶) وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کا اندیشہ وخوف نہیں رکھتے ہیں۔

پھر آیت کے آخر میں خداوند قدوس نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب و درجات کی عظمت و سربلندی پر اپنے فضل وانعام کی مہر ثبت فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بڑی وسعت والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون اس کے فضل کا حقدار ہے۔

اللہ اکبر ۔ سبحان اللہ ! کیا کہنا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کی بلندی کا رسول

marfat.com

اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضل و کمال کا اعلان فرمایا اور خداوند قدوس نے ان لوگوں کے جامع الکمالات ہونے کا قرآن مجید میں خطبہ پڑھا۔

(۱۳) کافروں کی مایوسی

ہجرت کے بعد گو برابر اسلام ترقی کرتا رہا اور ہر محاذ پر کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کو فتوحات بھی حاصل ہوتی رہیں اور کفار اپنی چالوں میں ناکام و نامراد بھی ہوتے رہے مگر پھر بھی کفار برابر اسلام کی بیخ کنی میں مصروف ہی رہے اور یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ کسی نہ کسی دن ضرور اسلام مٹ جائے گا اور پھر عرب میں بت پرستی کا چرچا ہو کر رہے گا۔ کفار اپنی اسی مذموم امید کی بناء پر برابر اپنی اسلام دشمن سکیموں میں لگے رہے اور طرح طرح کے فتنے برپا کرتے رہے۔

مگر ۱۰ھ حجۃ الوداع کے موقع پر جب کافروں نے مسلمانوں کا عظیم مجمع میدان عرفات میں دیکھا اور ان ہزاروں مسلمانوں کے اسلامی جوش اور رسول ﷺ کے ساتھ ان کے والہانہ جذبات عقیدت کا نظارہ دیکھ لیا تو کفار کے حوصلوں اور ان کی مذموم امیدوں پر اوس پڑ گئی اور وہ اسلام کی تباہی و بربادی سے بالکل ہی مایوس ہو گئے چنانچہ اس واقعہ کی عکاسی کرتے ہوئے خاص میدان عرفات میں بعد عصر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ ۳)

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

روایت ہے کہ ایک یہودی نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر ہم یہودیوں پر ایسی نازل ہوئی ہوتی تو ہم لوگ اس دن کو عید کا دن بنا لیتے تو آپ نے فرمایا کہ کون سی آیت تو اس نے کہا کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ والی آیت تو آپ نے فرمایا کہ جس دن اور جس جگہ اور جس وقت یہ

marfat.com

آیت نازل ہوئی۔ ہم اس کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں وہ جمعہ کا دن تھا اور عرفات کا میدان تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کے بعد خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس آیت کے نزول کے دن تو ہماری دو دو عیدیں تھیں ایک تو عرفہ کا دن یہ بھی ہماری عید کا دن ہے دوسرے جمعہ کا دن یہ بھی ہماری عید ہی کا دن ہے اس لئے اب الگ سے ہم کو عید منانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (جمل ج ۱ ص ۴۶۲)

یہ بھی روایت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رونے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ اے عمر! تم روتے کیوں ہو؟ تو آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارا دین روز بروز بڑھتا جارہا ہے لیکن اب جب کہ یہ دین کامل ہوگیا تو یہ قاعدہ ہے کہ ''ہر کمالے رازوال'' کہ جو چیز اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے وہ گھٹنا شروع ہوتی ہے۔ پھر اس آیت سے وفات نبوی کی طرف بھی اشارہ مل رہا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دین کو کامل کرنے ہی کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے تو جب دین کامل ہو چکا تو ظاہر ہے کہ حضور اب اس دنیا میں رہنا پسند نہیں فرمائیں گے۔

(جمل ج ۱ ص ۴۶۲)

درسِ ہدایت

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات پر مہر لگا دی کہ اب کافروں کی کوئی جدوجہد اور کوشش بھی اسلام کو ختم نہیں کرسکتی کیونکہ کفار کی امیدوآس پر ناامیدی و یاس کے بادل چھا گئے ہیں کیونکہ ان کا اسلام کو مٹا دینے کا خواب اب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

(۲) اس آیت نے اعلان کردیا کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام میں فلاں فلاں مسائل ناقص رہ گئے ہیں یا اسلام میں کچھ ترمیم اور اضافہ کی ضرورت ہے تو وہ شخص کذاب اور جھوٹا ہے اور درحقیقت وہ قرآن کی تکذیب کرنے والا ملحد اور اسلام سے خارج ہے۔ دین اسلام بلاشبہ یقیناً کامل و مکمل ہو چکا ہے اس پر ایمان رکھنا

marfat.com

ضروریات دین میں سے ہے۔

(۱۴) اسلام اور سادھو کی زندگی

علمائے تفسیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے وعظ فرمایا اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہوکر زار و قطار رونے لگے اور لوگوں کے دل دہل گئے اور لوگ اس قدر خوف و ہراس سے لرزہ براندام ہوگئے کہ دس جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے مکان پر جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابوذر غفاری و حضرت سالم و حضرت مقدار و حضرت سلمان فارسی و حضرت معقل بن مقرن و حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے اور ان حضرات نے آپس میں مشورہ کرکے یہ منصوبہ بنایا کہ اب آج سے ہم لوگ سادھو بن کر زندگی بسر کریں گے' ٹاٹ وغیرہ کے موٹے کپڑے پہنیں گے اور روزانہ دن بھر روزے رکھ کر ساری رات عبادت کریں گے بستر پر نہیں سوئیں گے اور اپنی عورتوں سے الگ رہیں گے اور گوشت چربی اور گھی وغیرہ کوئی مرغن غذا نہیں کھائیں گے نہ کوئی خوشبو لگائیں گے اور سادھو بن کر روئے زمین میں گشت کرتے پھریں گے۔

جب حضور اقدس ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے ایسی ایسی خبر معلوم ہوئی ہے تم بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضور کو جو اطلاع ملی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور اس منصوبہ سے بجز نیکی اور خیر طلب کرنے کے ہمارا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے یہ سن کر حضور اقدس ﷺ کے جمال نبوت پر قدرے جلال کا ظہور ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ میں جو دین لے کر آیا ہوں اس میں ان باتوں کا حکم نہیں ہے سنو تمہارے اوپر تمہاری جانوں کا بھی حق ہے لہٰذا کچھ دنوں روزہ رکھو اور کچھ دنوں میں کھاؤ پیو اور رات کے کچھ حصے میں جاگ کر عبادت کرو اور کچھ حصے میں سو رہا کرو۔ دیکھو میں اللہ کا رسول ہوکر کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں اور

marfat.com

گوشت چربی، گھی بھی کھاتا ہوں۔ اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں اور اپنی بیویوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں اور خوشبو بھی استعمال کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو مسلمان میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرے طریقے پر اور میرے فرماں برداروں میں سے نہیں ہے اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک مجمع جمع فرما کر آپ نے نہایت ہی موثر وعظ بیان فرمایا جس میں آپ نے برملا یہ ارشاد فرمایا کہ سن لو۔ میں تمہیں اس کا حکم نہیں دیتا کہ تم لوگ سادھو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرو میرے دین میں گوشت وغیرہ لذیذ غذاؤں اور عورتوں کو چھوڑ کر اور تمام دنیاوی کاموں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی کٹی یا پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ رہنا یا زمین میں گشت لگاتے رہنا ہرگز ہرگز نہیں ہے سن لو میری اُمت کی سیاحت جہاد ہے اس لئے تم لوگ بجائے زمین میں گشت کرتے رہنے کے جہاد کرو اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہو اور اپنی جانوں کو سختی میں نہ ڈالو کیونکہ تم لوگوں سے پہلے اگلی اُمتوں میں جن لوگوں نے سادھو بن کر اپنی جانوں کو سختی میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سخت سخت احکام نازل فرما کر انہیں سختی میں مبتلا فرما دیا جن احکام کو وہ لوگ نباہ نہ سکے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وعظ کے بعد ہی سورۃ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات شریفہ نازل ہو گئیں جو یہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○

(المائدہ: ۸۷-۸۸)

اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور کھاؤ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال و پاکیزہ روزی دی اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم ایمان لائے ہو۔

marfat.com

درسِ ہدایت

ان آیات سے سبق ملتا ہے کہ اسلام سادھو بن کر زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے' عمدہ غذاؤں اور اچھے کپڑوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا کر اور بیوی بچوں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی کٹی میں دھونی رُما کر بیٹھ رہنا یا جنگلوں اور بیابانوں میں چکر لگاتے پھرنا یہ ہرگز ہرگز اسلامی طریقہ نہیں ہے خوب سمجھ لو کہ جو مفت خور بابا لوگ اس طرح کی زندگی گزار کر اپنی درویشی کا ڈھونگ رچا کر گلیوں یا میدانوں میں بیٹھے ہوئے اپنی بابائیت کا پرچار کررہے ہیں اور جاہلوں کو اپنے دام تدبیر میں پھانسے ہوئے ہیں خوب آنکھ کھول کر دیکھ لو اور کان کھول کر سن لو کہ یہ سادھوؤں کا رنگ ڈھنگ اسلامی طریقہ نہیں ہے بلکہ اصل اور سچا اسلام وہی ہے جو رسول اکرم ﷺ کی سنت اور ان کے مقدس طریقے کے مطابق ہو لہٰذا جو شخص سنتوں کا دامن تھام کر زندگی بسر کر رہا ہے درحقیقت اسی کی زندگی اسلامی ہے اور صوفیاء کرام کی درویشانہ زندگی بھی یہی ہے خوب سمجھ لو کہ نبوت کی سنتوں کو چھوڑ کر زندگی کا جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے وہ درحقیقت نہ اسلامی زندگی ہے نہ صوفیاء کی درویشانہ زندگی لہٰذا آج کل جن باباؤں نے راہبانہ اور سادھوؤں کی زندگی اختیار کر رکھی ہے ان کے اس طرز عمل کو اسلام اور بزرگی سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور ہرگز ہرگز ایسے بے شرع لوگوں کے پاس آمدورفت نہیں رکھنی چاہئے اور یقین رکھنا چاہئے کہ یہ سب مکروکید کا خوبصورت جال بچھائے ہوئے ہیں جس میں بھولے بھالے عقیدت مند مسلمان پھنستے رہتے ہیں اور اس بہانے بابا لوگ اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں ایک سچی حقیقت کا اظہار اور حق کا اعلان ہم عالموں کا فرض ہے جس کو ہم ادا کر رہے ہیں۔

مانو نہ مانو آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جائیں گے

☆☆☆

☆

marfat.com

(۱۵) دو بڑے ایک چھوٹا دشمن

قرآن مجید نے بار بار اس مسئلہ پر روشنی ڈالی اور اعلان فرمایا کہ ہر کافر مسلمان کا دشمن ہے اور کفار کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے خلاف ایک زہر بھرا ہوا ہے اور ہر وقت اور ہر موقع پر کافروں کے سینے مسلمانوں کی عداوت اور کینے سے آگ کی بھٹی کی طرح جلتے رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کفار کے تین مشہور فرقوں یہود و مشرکین اور نصاریٰ میں سے مسلمانوں کے سب سے بڑے اور سخت ترین دشمن کون ہیں؟ اور کون فرقہ ہے جس کے دل نسبتاً مسلمانوں کی دشمنی کم ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت شریفہ نازل ہوئی ہے لہٰذا اس پر ایمان کامل رکھتے ہوئے اپنے بڑے اور چھوٹے دشمنوں کو پہچان کر ان سے ہوشیار رہنا چاہئے ارشاد خداوندی ہے کہ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (المائدہ:۸۲)

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان لوگوں میں کچھ عالم اور کچھ درویش ہیں اور یہ لوگ غرور نہیں کرتے۔

درسِ ہدایت

اس آیت کی روشنی میں گزشتہ تواریخ کے صفحات کی ورق گردانی کر کے اپنے ایمان کو مزید اطمینان بخشئے کہ یہودیوں اور مشرکوں نے مسلمانوں کے ساتھ جیسی جیسی سخت عداوتوں کا مظاہرہ کیا ہے عیسائیوں نے ان لوگوں سے بہت کم مسلمانوں کے ساتھ برا برتاؤ کیا ہے اور یہودیوں اور مشرکوں نے مسلمانوں پر جیسے جیسے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں عیسائیوں نے اس درجہ مسلمانوں پر مظالم نہیں کئے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ یہود و مشرکین کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کر کے کبھی بھی ان لوگوں پر اعتماد نہ کریں اور ہمیشہ ان بدترین دشمنوں سے ہوشیار رہیں اور عیسائیوں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھیں کہ یہ بھی مسلمانوں کے دشمن ہی ہیں مگر

marfat.com

پھر بھی ان کے دلوں میں مسلمانوں کیلئے کچھ نرم گوشے بھی ہیں اس لئے یہ یہودیوں اور مشرکوں کی نسبت کم درجے کے دشمن ہیں یہی اس آیت مبارکہ کا خلاصہ مطلب ہے جو مسلمانوں کے واسطے ان کے چھوٹے بڑے دشمنوں کی پہچان کے لئے بہترین شمع راہ بلکہ روشنی کا منارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۶) انبیاء علیہم السلام کے قاتل

قرآن مجید نے متعدد جگہ یہودیوں کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کا تفصیلی بیان کرتے ہوئے بار بار یہ اعلان فرمایا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے انبیاء اور پیغمبروں (علیہم السلام) کو بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝
(آل عمران رکوع ۲)

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور (نبیوں کے سوا) جو لوگ ان کو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں ان کو بھی قتل کرتے ہیں تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں نے ایک دن میں تینتالیس نبیوں اور ایک سو ستر صالحین کو قتل کر دیا تھا جو ان کو اچھی باتوں کا حکم دیا کرتے تھے۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵)

چنانچہ حضرت یحییٰ و حضرت زکریا علیہما السلام کی شہادت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

حضرت یحییٰ کی شہادت

ابن عساکر نے ''المستقصیٰ فضائل الاقصیٰ'' میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ دمشق کے بادشاہ ''حداد بن حدار'' نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ پھر وہ چاہتا تھا کہ بغیر حلالہ کے اُس کو اپنی بیوی بنالے۔ اس حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اب تجھ پر حرام ہو چکی ہے اس کی بیوی کو یہ

marfat.com

بات سخت ناگوار گزری اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوگئی۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو مجبور کر کے قتل کی اجازت حاصل کرلی اور جبکہ وہ مسجد ''جردن'' میں نماز پڑھ رہے تھے بحالت سجدہ ان کو قتل کرا دیا اور ایک طشت میں ان کا سر مبارک اپنے سامنے منگوایا مگر کٹا ہوا سر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ تو بغیر حلالہ کرائے بادشاہ کیلئے حلال نہیں اور اسی حالت میں اس پر خدا کا یہ عذاب نازل ہوگیا کہ وہ عورت سر مبارک کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا مقتل

یہودیوں نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کردیا تو پھر ان کے والد ماجد حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف یہ ظالم لوگ متوجہ ہوئے کہ ان کو بھی شہید کردیں گے مگر جب حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئے اور ایک درخت کے شگاف میں روپوش ہوگئے یہودیوں نے اس درخت پر آرا چلا دیا جب آرا حضرت زکریا علیہ السلام پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی کہ خبردار اے زکریا اگر آپ نے کچھ بھی آہ وزاری کی تو ہم پوری روئے زمین کو تہہ وبالا کردیں گے اور اگر تم نے صبر کیا تو ہم بھی ان یہودیوں پر اپنا عذاب نازل کردیں گے چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے صبر کیا اور ظالم یہودیوں نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کردیئے۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ کس جگہ پیش آیا۔ قول تو یہ ہے کہ مسجد جردن میں شہادت ہوئی مگر حضرت سلیمان ثوری رضی اللہ عنہ نے ثمر بن عطیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بیت اللہ میں ہیکل سلیمانی اور قربان گاہ کے درمیان آپ شہید ہوگئے جس جگہ آپ سے پہلے ستر انبیاء علیہم السلام کو یہودی قتل کر چکے تھے۔

بہرحال یہ سب کو مسلم ہے کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کردیا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے علی الاعلان اپنی دعوت حق کا وعظ شروع کردیا اور بالآخر یہودیوں نے آپ کے قتل کا بھی منصوبہ بنالیا بلکہ قتل کے لئے آپ کے مکان میں ایک یہودی داخل بھی ہوگیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بدلی بھیج کر آسمان پر اٹھا لیا جس کا مفصل واقعہ ہماری کتاب ''عجائب القرآن'' میں مذکور ہے۔

marfat.com

درسِ ہدایت:

حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کی شہادت کے واقعات اور حالات سے اگرچہ حقیقت بین نگاہیں بہت سے نتائج حاصل کرسکتی ہیں تاہم چند باتیں خصوصی طور پر قابل توجہ ہیں۔

(۱) دنیا میں ان یہودیوں سے زیادہ شقی القلب اور بد بخت کوئی نہیں ہوسکتا جو حضرت انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے حالانکہ یہ برگزیدہ اور مقدس ہستیاں نہ کسی کو ستاتی تھیں نہ کسی کے مال و دولت پر ہاتھ ڈالتی تھیں بلکہ بغیر اجرت وعوض کے لوگوں کی اصلاح کر کے انہیں فلاح وسعادت دارین کی عزتوں سے سرفراز کرتی تھیں چنانچہ حضرت ابوعبیدہ صحابی رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن سب سے بڑے اور زیادہ عذاب کا مستحق کون ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

رجل قتل نبیا اومن امر بالمعروف ونهی عن المنکر — وہ شخص جو کسی نبی کو یا ایسے شخص کو قتل کرے جو بھلائی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہوا

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۳)

بہرحال ظالم یہودیوں نے اپنی شقاوت سے خدا کے نبیوں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا اور جس بے دردی کے ساتھ ان مقدس نفوس کا خون بہایا۔ اقوام عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس لئے خداوند قہار و جبار نے اپنے قہر وغضب سے ان ظالموں کو دونوں جہان میں ملعون کر دیا لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان ملعونوں سے ہمیشہ نفرت ودشمنی رکھے!

(۲) بنی اسرائیل چونکہ مختلف قبائل میں تقسیم تھے اس لئے ان کے درمیان ایک ہی وقت میں متعدد نبی اور پیغمبر مبعوث ہوتے رہے اور ان سب نبیوں کی تعلیمات کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت ہی رہی اور ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کی حیثیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائبین کی رہی۔

(۳) علماء کرام کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک حق پر ڈٹ کر اس کی تبلیغ کرتے رہنا چاہئے اور حق کے معاملہ میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا کہ سر کٹ جانے کے بعد بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر سے یہی آواز آتی رہی کہ تین

marfat.com

طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کرائے ہوئے عورت سے اس کا شوہر دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۷) منافقوں کی ایک سازش

جنگ احد کا مکمل اور مفصل بیان تو ہم اپنی کتاب ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں تحریر کر چکے ہیں مگر ہم یہاں تو صرف منافقوں کی ایک خطرناک سازش کا ذکر کر رہے ہیں جو جنگ احد کے دن ان بدبختوں نے رسول خدا ﷺ کے خلاف کی تھی جس پر قرآن مجید نے روشنی ڈالی ہے اور جو بہت ہی قابل عبرت اور نہایت ہی نصیحت آموز ہے اور وہ یہ ہے کہ

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ سے باہر جنگ کے لئے نکلے تو ایک ہزار کا لشکر پرچم نبوت کے نیچے تھا اس لشکر میں تین سو منافقین بھی عبداللہ بن اُبی کی سرکردگی میں ہمرکاب تھے۔ منافقین پہلے ہی کفار مکہ کے ساتھ یہ سازش کر چکے تھے کہ مخلص مسلمانوں کو بزدل بنانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کریں گے کہ شروع میں مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ نکلیں گے پھر مسلمانوں سے کٹ کر مدینہ واپس آ جائیں گے چنانچہ منافقوں کا سردار یہ بہانہ بنا کر لشکر اسلام سے کٹ کر جدا ہو گیا کہ جب محمد (ﷺ) نے ہم تجربہ کاروں کی بات نہیں مانی کہ مدینہ میں رہ کر مدافعانہ جنگ کرنی چاہئے بلکہ الہڑ نوجوانوں کی بات مان کر مدینہ سے نکل پڑے تو ہم کو کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں مگر الحمدللہ! کہ منافقوں کا مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ مخلص مسلمانوں پر ان لوگوں کے لشکر اسلام سے جدا ہو جانے کا مطلق کوئی اثر نہیں پڑا البتہ مسلمانوں کے دو قبیلے' بنو سلمہ و بنو حارثہ میں کچھ تھوڑی سی بددلی پیدا ہو چلی تھی مگر مخلص مسلمانوں کے جوش و جہاد کو دیکھ کر ان دونوں قبیلوں کی بھی ہمت بلند ہو گئی اور یہ لوگ بھی ثابت قدم رہ کر پورے جان نثارانہ جذبات سرفروشی کے ساتھ مشرکین کے دل بادل لشکروں سے ٹکرا گئے اور آخری دم تک پرچم نبوت کے زیر سایہ مشرکوں سے جنگ کرتے رہے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ	اور یاد کرو اے محبوب جب صبح کو تم اپنے دولت
الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ	خانہ سے برآمد ہو کر مسلمانوں کو لڑائی کے
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ	مورچوں پر قائم کر رہے تھے اور اللہ سب سنتا اور

marfat.com

مِنكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

(آل عمران:۱۲۱،۱۲۲)

جانتا ہے جب ان میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ بزدلی کر بیٹھیں اور اللہ ان کا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

غرض جنگِ احد میں منافقوں کی یہ خطرناک سازش اور خوفناک تدبیر بالکل ناکام ہو کر رہ گئی اور بحمداللہ اگرچہ ستر مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا لیکن آخر میں فتح مبین نے پیغمبر کے قدم نبوت کا بوسہ لیا اور مشرکین ناکام ہو کر میدان جنگ چھوڑ کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور پرچم اسلام سربلند ہی رہا۔

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ اگر مومنین اخلاص نیت کے ساتھ متحد ہو کر میدان جنگ میں کافروں کے ساتھ جواں مردی اور اولوالعزمی کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہے تو منافقوں اور کافروں کی ہر سازش و تدبیر کو خداوند قدوس ناکام بنا دیتا ہے مگر یہ حقیقت بڑی ہی صداقت مآب ہے کہ ؎

برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا
جماعت کو بہم رکھنا، جماعت کا بہم رہنا

(۱۸) حضرت الیاس علیہ السلام

یہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ بیشتر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کا نسب نامہ یہ ہے الیاس بن یاسین بن فحاس بن عیزار بن ہارون علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مفسرین و مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ شام کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور ''بعلبک'' کا مشہور شہر ان کی رسالت و ہدایت کا مرکز تھا۔

ان دنوں 'بعلبک'' شہر پر ''آرحب'' نامی بادشاہ کی حکومت تھی جو ساری قوم کو بت پرستی پر مجبور کئے ہوئے تھا اور ان لوگوں کا سب سے بڑا بت ''بعل'' تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور بیس گز لمبا تھا اور اس کے چار چہرے بنے ہوئے تھے اور چار سو خدام اس بت کی خدمت کرتے تھے جن کو

marfat.com

ساری قوم بیٹوں کی طرح مانتی تھی اور اس بت میں سے شیطان کی آواز آتی تھی اسی قوم کی طرف حضرت الیاس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ جو لوگوں کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت دینے لگے مگر قوم ان پر ایمان نہیں لائی بلکہ شہر کا بادشاہ ''ارحب'' ان کا دشمن جان بن گیا اور اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا چنانچہ آپ شہر سے ہجرت فرما کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں روپوش ہو گئے اور پورے سات برس تک خوف و ہراس کے عالم میں رہے اور جنگلی گھاسوں اور جنگل کے پھولوں اور پھلوں پر زندگی بسر فرماتے رہے بادشاہ نے آپ کی گرفتاری کے لئے بہت سے جاسوس مقرر کر دیئے تھے آپ نے مشکلات سے تنگ آ کر یہ دعا مانگی کہ الٰہی! مجھے ان ظالموں سے نجات اور راحت عطا فرما تو آپ پر وحی آئی کہ تم فلاں دن فلاں جگہ پر جاؤ اور وہاں جو سواری ملے بلا خوف اس پر سوار ہو جاؤ چنانچہ اس دن اس مقام پر آپ پہنچے تو ایک سرخ رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے اور گھوڑا چل پڑا تو آپ کے چچازاد بھائی حضرت ''الیسع'' علیہ السلام نے آپ کو پکارا اور عرض کیا کہ اب میں کیا کروں؟ تو آپ نے اپنا کمبل ان پر ڈال دیا۔ یہ نشانی تھی کہ میں نے تم کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اپنا خلیفہ بنا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل فرما دیا اور آپ کو کھانے اور پینے سے بے نیاز کر دیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت میں شامل فرما لیا اور حضرت الیسع علیہ السلام نہایت عزم و ہمت کے ساتھ لوگوں کو ہدایت کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر دم ہر قدم پر ان کی مدد فرمائی اور بنی اسرائیل آپ پر ایمان لائے اور آپ کی وفات تک ایمان پر قائم رہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے تمام پہاڑوں اور حیوانات کو آپ کے لئے مسخر فرما دیا اور آپ کو ستر انبیاء کی طاقت بخش دی اور غضب و جلال اور قوت و طاقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم پلہ بنا دیا۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام ہر سال کے روزے بیت المقدس میں ادا کرتے ہیں اور ہر سال حج کے لئے مکہ مکرمہ جایا کرتے ہیں اور سال کے باقی دنوں میں حضرت الیاس علیہ السلام تو جنگلوں اور میدانوں میں گشت فرماتے رہتے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام دریاؤں اور سمندروں کی سیر فرماتے رہتے ہیں اور یہ دونوں حضرات آخری زمانے میں وفات پائیں گے جبکہ

marfat.com

قرآن مجید اٹھالیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ہم لوگ ایک جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو راستہ میں ایک آواز آئی کہ یا اللہ! تو مجھ کو حضرت محمد ﷺ کی اُمت میں بنادے جو اُمت مرحومہ اور مستجاب الدعوات ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے انس! تم اس آواز کا پتہ لگاؤ تو میں پہاڑ میں داخل ہوا تو اچانک یہ نظر آیا کہ ایک آدمی نہایت سفید کپڑوں میں ملبوس ڈاڑھی والا نظر آیا جب اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو؟ تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو انہوں نے فرمایا کہ تم جا کر حضور ﷺ سے میرا اسلام عرض کرو اور یہ کہہ دو کہ آپ کے بھائی الیاس علیہ السلام آپ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ مجھ کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے اور جب آپ ان کے قریب پہنچ گئے تو میں پیچھے ہٹ گیا پھر دونوں صاحبان دیر تک گفتگو فرماتے رہے اور آسمان سے ایک دسترخوان اتر پڑا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے بلایا اور میں نے دونوں حضرات کے ساتھ کھانا کھایا جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آسمان سے ایک بدلی آئی اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئی اور میں ان کے سفید کپڑوں کو دیکھتا رہ گیا۔ (صاوی ج ۳ ص ۶۸۲)

حضرت الیاس علیہ السلام اور قرآن

قرآن کریم میں حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ دو جگہ آیا ہے سورہ انعام میں اور سورہ والصافات میں' سورہ انعام میں صرف ان کو انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں شمار کیا گیا اور سورہ والصافات میں آپ کی بعثت اور قوم کی ہدایت کے متعلق مختصر طور پر بیان فرمایا چنانچہ سورہ انعام میں ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۙ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ○ وَاِسْمٰعِيْلَ	اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان وایوب، یوسف وموسیٰ وہارون [illegible] ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو

marfat.com

وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

(الانعام:۸۴-۸۶)

اور سورہ والصافات میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الصافات ۱۲۳-۱۳۱)

اور بیشک الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑے ہوئے ہو۔ یعنی اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا' پھر لوگوں نے انہیں جھٹلا دیا تو وہ لوگ ضرور پکڑ کر لائے جائیں گے بجز اللہ کے برگزیدہ بندوں کے اور ہم نے پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی اور سلام ہو۔ الیاس پر۔ بیشک ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیک بندوں کو بیشک وہ سارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

درسِ ہدایت

حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ اگرچہ قرآن مجید میں بہت ہی مختصر مذکور ہے تاہم اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ یہودیوں کی ذہنیت اس قدر مسخ ہوگئی تھی کہ کوئی ایسی برائی نہیں تھی جس کے کرنے پر یہ حریص نہ ہوں باوجودیکہ ان میں ہدایت کیلئے مسلسل انبیاء کرام تشریف لاتے رہے مگر پھر بھی بت پرستی' کواکب پرستی اور غیر اللہ کی عبادت ان لوگوں سے نہ چھوٹ سکی پھر یہ لوگ اعلیٰ درجے کے جھوٹے' بدعہد اور رشوت خور بھی رہے اور اللہ تعالیٰ کے مقدس نبیوں کو ایذائیں دینا اور ان کو قتل کر دینا ان ظالموں کا محبوب مشغلہ رہا ہے بہرحال ان ظالموں کے واقعات سے جہاں ان لوگوں کی بدبختی و کج روی اور مجرمانہ شقاوت پر روشنی پڑتی ہے۔ وہیں ہم لوگوں کو یہ نصیحت و عبرت

marfat.com

بھی حاصل ہوتی ہے کہ اب جبکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا تو ہمارے لئے بے حد ضروری ہے کہ خدا کے آخری پیغام یعنی اسلام پر مضبوطی سے قائم رہ کر یہودیوں کے ظالمانہ طریقوں کی مخالفت کریں اور کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کر کے خدا کے مقدس نبیوں کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۹) جنگ بدر کی بارش

جنگِ بدر کا مفصل حال تو ہم اپنی کتاب سیرۃ المصطفیٰ میں مکمل لکھ چکے ہیں یہاں جنگ بدر میں نصرت الٰہی نے بارش کی صورت میں جو تجلی فرمائی جس سے میدان جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا اس کا ہم ایک جلوہ دکھا رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو ہمراہ لیکر مقام بدر میں تشریف لے گئے اور بدر کے قریب پہنچ کر مدینہ کی جانب رخ عدوۃ الدنیا پر خیمہ زن ہو گئے اور مشرکین آگے بڑھے تو بدر پہنچ کر مدینہ سے دور مکہ کی جانب والے عدوۃ القصویٰ پر اترے اور محاذ جنگ کا نقشہ اس طرح بنا کہ مشرکین اور مسلمان بالکل آمنے سامنے تھے مگر مسلمانوں کا محاذ جنگ اس قدر ریتلا تھا کہ انسانوں اور گھوڑوں دونوں کے قدم ریت میں دھنسے جا رہے تھے اور وہاں چلنا پھرنا دشوار تھا اور مشرکین کا محاذ جنگ بالکل ہموار اور پختہ فرش کی طرح تھا۔ غرض دشمن تعداد میں تین گنا سے زیادہ، سامان جنگ سے پوری طرح مکمل رسل و رسائل میں ہر طرح مطمئن تھے پھر مزید برآں ان کا محاذ جنگ بھی اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت عمدہ تھا ان سہولتوں کے علاوہ پانی کے سب کنوئیں بھی دشمنوں ہی کے قبضے میں تھے اس لئے مسلمانوں کو پانی کی بے حد تکلیف تھی خود پینے کے لئے کہاں سے پانی لائیں؟ جانوروں کو کیسے سیراب کریں؟ وضو اور غسل کی کیا ضرورت ؟ غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی فکر مند اور پریشان تھے۔ اس موقع پر شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ اے مسلمانو۔ تم گمان کرتے ہو کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ کا رسول ﷺ بھی موجود ہے اور تم اللہ والے ہو اور حال یہ ہے کہ مشرکین پانی پر قابض ہیں اور تم بغیر وضو غسل کے نمازیں پڑھتے ہو اور تم اور تمہارے جانور پیاس سے بیتاب ہو رہے ہیں۔

اس موقع پر ناگہاں نصرت آسمانی نے اس طرح جلوہ سامانی فرمائی کہ زوردار بارش ہو گئی

marfat.com

جس نے مسلمانوں کیلئے ریتلی زمین کو جما کر پختہ فرش کی طرح ہموار بنا دیا اور نشیب کی وجہ سے حوض نما گڑھوں میں پانی کا ذخیرہ مہیا کر دیا اور دشمنوں کی زمین کو کیچڑ والی دلدل بنا دیا جس پر کافروں کا چلنا پھرنا دشوار ہو گیا اور مسلمان ان پانی کے ذخیروں کی وجہ سے کنوؤں سے بے نیاز ہو گئے اور مسلمانوں کے دلوں سے شیطانی وسوسہ دور ہو گیا اور لوگ مطمئن ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس عجیب وغریب بارش کی منظر کشی ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ○ (الانفال:۱۱)

اور اللہ نے آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور ناپاک شیطانی وسوسہ کو تم سے دور کرے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدر میں اس ناگہانی بارش کے چار فائدے بیان فرمائے۔ (۱) تاکہ جو بے وضو اور بے غسل ہوں وہ وضو اور غسل کر کے پاک وصاف اور ستھرے ہو جائیں۔ (۲) مسلمانوں کے دلوں سے شیطانی وسوسہ دور ہو جائے۔ (۳) مسلمانوں کے دلوں کو ڈھارس مل جائے کہ ہم حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔ (۴) محاذ جنگ کی ریتلی زمین اس قابل ہو جائے کہ اس پر قدم جم سکیں الغرض جنگ بدر کی یہ بارش مسلمانوں کے لئے باران رحمت اور کفار کے لئے سامان زحمت بن گئی۔

درسِ ہدایت

جنگ بدر میں مسلمانوں کو جن مشکل حالات کا سامنا تھا۔ ظاہر ہے کہ عقل انسانی عالم اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس کے سوا اور کیا فیصلہ کر سکتی تھی کہ وہ اس جنگ کو ٹال دیں مگر صادق الایمان مسلمانوں نے اپنے رسول کی مرضی پا کر ہر قسم کی بے سروسامانی کے باوجود حق و باطل کی معرکہ آرائی کے لئے والہانہ اور فدا کارانہ جذبات کے ساتھ خود کو پیش کر دیا اور نہایت ثابت قدمی اور اولوالعزمی کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی کس کس طرح امداد و نصرت فرمائی اس پر ایک نظر ڈال کر خداوندِ قدوس کے فضل عظیم کی جلوہ سامانیوں کا نظارہ

marfat.com

کیجئے اور یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں کس کس طرح مسلمانوں کی مدد فرمائی؟

(۱) مسلمانوں کی نگاہ میں دشمنوں کی تعداد اصل تعداد سے کم نظر آئی تا کہ مسلمان مرعوب نہ ہوں اور مشرکین کی نظروں میں مسلمان مٹھی بھر نظر آئے تا کہ وہ جنگ سے جی نہ چرائیں اور یہ حق و باطل کی جنگ ٹل نہ جائے۔ (انفال)

(۲) اور ایک وقت میں مسلمان مشرکین کی نظر میں دگنے نظر آئے تا کہ مشرکین مسلمانوں سے شکست کھا جائیں۔ (آل عمران)

(۳) پہلے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتے بھیجے گئے۔ پھر فرشتوں کی تعداد بڑھا کر تین ہزار کر دی گئی پھر فرشتوں کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی۔ (آل عمران)

(۴) مسلمانوں پر عین معرکہ کے وقت تھوڑی دیر کے لئے غنودگی اور نیند طاری کر دی گئی جس کے چند منٹ بعد ان کی بیداری نے ان میں ایک نئی تازگی اور نئی روح پیدا کر دی۔ (انفال)

(۵) آسمان سے پانی برسا کر مسلمانوں کے لئے ریتلی زمین کو پختہ زمین کی طرح بنا دیا اور مشرکین کے محاذ جنگ کی زمین کو کیچڑ اور پھسلن والی دلدل بنا دیا۔ (انفال)

(۶) نتیجہ جنگ یہ ہوا کہ ذرا دیر میں مشرکین کے بڑے بڑے نامی گرامی پہلوان اور جنگجو شہسوار مارے گئے چنانچہ ستر مشرکین قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے اور مشرکین کا لشکر اپنا سارا سامان چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور یہ سارا سامان مسلمانوں کو مال غنیمت میں مل گیا۔

مسلمان اگرچہ خداوند قدوس کی مذکورہ بالا امداد اور اس کے فضل سے فتح یاب ہوئے تاہم اس جنگ میں چودہ مجاہدین اسلام نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۴۴۴)

یہ واقعہ ہمیں متنبہ کر رہا ہے کہ اگر مسلمان خدا پر بھروسہ کر کے حق و باطل کی جنگ میں ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ ڈٹے رہیں تو تعداد کی کمی اور بے سروسامانی کے باوجود ضرور خدا کی مدد اتر پڑے گی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔ یہ رب العزت کے فضل و کرم کا وہ دستور ہے کہ جس میں انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ بس شرط یہ ہے کہ مسلمان نہ بدل جائیں اور ان کے اسلامی خصائل و کردار میں کوئی تبدیلی نہ ہو ورنہ خدا کا دستور نہ تو بدلا ہے نہ کبھی بدلے گا اس کا وعدہ ہے کہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ○ یعنی ہرگز ہرگز خدا کے دستور میں کوئی ردوبدل

marfat.com

نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۰) جنگ حنین

فتح مکہ کے بعد مشرکین عرب کی شوکت کا قریب قریب خاتمہ ہوگیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر ہوازن اور ثقیف کے دونوں قبائل کے سرداروں کا اجتماع ہوا اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا محمد (محمد ﷺ) اپنی قوم قریش کو مغلوب کر کے مطمئن ہوگئے لہٰذا اب ہماری باری ہے تو کیوں نہ ہم پیش قدمی کر کے حملہ آور ہو کر ان مسلمانوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیں۔ چنانچہ ہوازن اور ثقیف کے دونوں قبائل نے مالک بن عوف نضری کو اپنا بادشاہ بنا کر مسلمانوں سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ یہ خبر پا کر ۱۰ شوال ۸ھ مطابق فروری ۶۳۰ء کو دس ہزار مہاجرین و انصار اور دو ہزار مکہ کے نومسلم اور اسی وہ مشرکین جو اسلام نہ قبول کرنے کے باوجود اپنی خواہش سے مسلمانوں کے رفیق جنگ بن گئے کل تقریباً بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر ساتھ لیکر نبی اکرم ﷺ، مقام حنین پہنچ گئے جب دشمن کے مقابلہ میں صف آرائی کا وقت آیا تو آپ نے مہاجرین کا پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور انصار میں بنی خزرج کا علمبردار حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور خود نبی اکرم ﷺ بہ نفس نفیس بدن پر ہتھیار سجا کر ڈبل زرہ پہن کر اور سر انور پر آہنی ٹوپی رکھ کر اپنے خچر پر سوار ہوئے اور اسلامی فوج کی کمان سنبھال لی۔

مسلمانوں کے دلوں میں اپنے لشکر کی اکثریت دیکھ کر کچھ گھمنڈ پیدا ہوگیا یہاں تک کہ بعض لوگوں کی زبان سے بغیر ان شاء اللہ کہے یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہماری قوت کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ مسلمانوں کا اپنی فوج کی عددی اکثریت اور عسکری طاقت پر بھروسہ کر کے فخر کرنا خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں آیا لہٰذا مسلمانوں پر خدا کی طرف سے یہ تازیانہ عبرت لگا کر جب تک جنگ شروع ہوئی تو اچانک دشمن کی ان ٹولیوں نے جو گوریلا جنگ کے لئے پہاڑوں کی مختلف گھاٹیوں میں گھات لگائے بیٹھی تھی اس زور شور کے ساتھ تیر اندازی شروع کر دی کہ مسلمان تیروں کی بارش سے بدحواس ہوگئے اور اس ناگہانی تیر بارانی کی بوچھاڑ سے ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور تھوڑی ہی دیر میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور حضور اکرم ﷺ اور چند مہاجرین و انصار کے سوا

marfat.com

تمام لشکر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

اس خطرناک صورت حال اور نازک گھڑی میں بھی حضور ﷺ اپنے خچر پر سوار برابر آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے اور رجز کا یہ شعر بلند آواز میں پڑھ رہے تھے کہ ؎

انا النبی لا کذب انا ابن عبدا لمطلب

یعنی میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹی بات نہیں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

بالآخر حضور کے حکم پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے باواز بلند بھاگے ہوئے مسلمانوں کو پکارا اور **یامعشر الانصار یا اصحاب بیعة الرضوان** کہہ کر للکارا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ للکار اور پکار سن کر تمام جاں نثار مسلمان پلٹ پڑے اور پرچم نبوت کے نیچے جمع ہو کر ایسی جاں نثاری کے ساتھ داد شجاعت دینے لگے کہ دم زون میں میدان جنگ کا نقشہ ہی پلٹ گیا اور یہ نتیجہ نکلا کہ شکست کے بعد مسلمان فتح مند ہو گئے اور پرچم اسلام سربلند ہو گیا ہزاروں کفار گرفتار ہو گئے اور بہت سے تلوار کا لقمہ بن گئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور کفار عرب کی طاقت و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔

جنگ حنین میں مسلمانوں کے اپنی کثرت تعداد پر غرور کے انجام میں شکست اور پھر فتح و نصرت کا حال خداوند ذوالجلال نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے کہ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (التوبہ: ۲۵،۲۶)

بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول ﷺ پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔

marfat.com

درسِ ہدایت:

جنگ حنین کا یہ واقعہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کو میدان جنگ میں فتح و کامرانی فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی سے نہیں ملتی بلکہ فتح و نصرت کا دارومدار درحقیقت پروردگار کے فضل عظیم پر ہے اگر وہ رب کریم اپنا فضل عظیم فرمادے تو چھوٹے سے چھوٹا لشکر بڑی سے بڑی فوج پر غالب ہوکر مظفر و منصور ہوسکتا ہے اور اگر اس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو بڑے سے بڑا لشکر چھوٹی سے چھوٹی فوج سے مغلوب ہوکر شکست کھا جاتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ کبھی بھی اپنے لشکر کی کثرت پر اعتماد نہ رکھیں بلکہ ہمیشہ خداوند قدوس کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۱) غارِ ثور

ہجرت کی رات حضور رحمت عالم ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام ''حزورہ'' کے پاس کھڑے ہوگئے اور بڑی حسرت کے ساتھ ''کعبہ مکرمہ'' کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا اور کسی جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہوچکی تھی وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور ﷺ کے پائے نازک زخمی ہوگئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کرالیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اُس رات ''غارِ ثور'' پہنچے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا پھر حضور اکرم ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یار غار کے پاؤں میں کاٹا مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جاں نثار نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمت عالم کے خواب راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یار غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرور کائنات کے رخسار پر نثار ہوگئے جس سے رحمت عالم بیدار ہوگئے اور

marfat.com

اپنے یار غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے پوچھا ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یہ سن کر حضور ﷺ نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا اور زخم بھی اچھا ہو گیا تین رات حضور رحمت عالم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں رونق افروز رہے۔ کفار مکہ نے آپ کی تلاش میں مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر حفاظت خداوندی کا پہرہ لگا ہوا تھا یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ منظر دیکھ کر کفار آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ گھبرائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو دیکھ لیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا — مت گھبراؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سکینہ اتر پڑا کہ وہ بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو گئے اور چوتھے دن یکم ربیع الاول دوشنبہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار سے باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

اس غار ثور کے واقعہ کو قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبہ ۴۰)

اگر تم لوگ محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جاتا ہوا صرف جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے یار سے فرماتے تھے کہ غم نہ کھاؤ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے ان کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈال دی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

marfat.com

درسِ ہدایت:

یہ آیت اور غارِ ثور کا واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کی محبت و جاں نثاری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نشان اعظم ہے جو قیامت تک آفتاب عالم تاب کی طرح درخشاں اور روشن رہے گا کیوں نہ ہو کہ پروردگار نے انہیں اپنے رسول کے ''یارِ غار'' ہونے کی سند مستند قرآن میں دے دی ہے جو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹ سکتی ہے۔

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ وہ فضل و شرف ہے جو نہ کسی کو ملا ہے نہ کسی کو ملے گا

مرتبہ حضرت صدیق کا ہو کس سے بیان
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

(۲۲) مسجد ضرار جلادی گئی

منافقین سے یہ تو جرأت ہوتی نہ تھی کہ علانیہ اسلام کی مخالفت کرتے مگر وہ لوگ در پردہ اسلام کی بیخ کنی میں ہمیشہ مصروف رہتے اور اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال کر اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے جہاں ان بے ایمانوں نے دوسری بہت سی سازشیں برپا کر رکھی تھیں ان میں سے ایک واقعہ رجب ۹ھ میں بھی رونما ہوا جو درحقیقت نہایت ہی خطرناک سازش تھی مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے منافقین کی اس خوفناک مہم سے بذریعہ وحی آگاہ فرما دیا اور دشمنان اسلام کی ساری سکیموں پر پانی پھر گیا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ رجب ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ''تبوک'' کے میدان میں جو مدینہ منورہ سے چودہ منزل پر دمشق کے راستہ پر واقع ہے۔ ''ہرقل'' شاہ روم مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے لشکر جمع کر رہا ہے آپ نے عرب میں سخت گرمی اور قحط کے باوجود جہاد کے لئے اعلان فرما دیا اور مسلمان جوق در جوق شوق جہاد میں مدینہ کے اندر جمع ہونے لگے۔

ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیاریوں میں ہی مصروف تھے کہ منافقین نے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوچا کہ مسجد ''قبا'' کے مقابلہ میں اس حیلہ سے ایک مسجد تیار کریں اور منافقوں کا خاص مقصد یہ تھا کہ اس مسجد کو اسلام کی تخریب کاری کے لئے اڈا بنا کر اور اس میں جمع ہو کر اسلام کے

marfat.com

خلاف سازشیں کرتے اور سکیمیں بناتے رہیں اور شاہ روم کی خفیہ امدادوں اور اسلحہ وغیرہ کے ذخیروں کا اس مسجد کو مرکز بنائیں اور یہیں سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کا جال پورے عالم اسلام میں بچھاتے رہیں۔ یہ سوچ کر منافقین خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے ضعیفوں اور کمزوروں کے لئے قریب ہی میں ایک مسجد بنائی ہے اب ہماری تمنا ہے کہ حضور وہاں چل کر اس میں نماز پڑھیں تو وہ مسجد عنداللہ مقبول ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو میں ایک بہت ہی اہم جہاد کے لئے مدینہ سے باہر جا رہا ہوں واپسی پر دیکھا جائے گا۔

مگر جب آپ تبوک اور فتح و کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے تو وحی الٰہی کے ذریعہ اس مسجد کی تعمیر کا حقیقی سبب آپ ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا اور منافقین کی خفیہ اور خطرناک سازش بے نقاب ہو چکی تھی چنانچہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو یہ حکم دے کر وہاں بھیجا کہ وہ وہاں جائیں اور اس مسجد کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیں۔

چونکہ اس مسجد کی بنیاد حقیقتاً تقویٰ اور وحدت کی جگہ تفریق بین المسلمین اور تخریب اسلام پر رکھی گئی تھی اس لئے بلاشبہ وہ اس کی مستحق تھی کہ اس کو جلا کر برباد کر دیا جائے اور درحقیقت اس تخریب کاری کے اڈے کو مسجد کہنا حقیقت کے خلاف تھا اس لئے قرآن مجید نے اس حقیقت حال کو ظاہر کرتے ہوئے اعلان فرما دیا کہ یہ مسجد تقویٰ نہیں بلکہ "مسجد ضرار" کہلانے کی مستحق ہے۔

ملاحظہ فرمائیے اس مسجد کے بارے میں قرآن مجید کے غضب ناک تیور اور پرجلال الفاظ!

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا	اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو
وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور کفر کے سبب سے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو
وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ	اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے
وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ	رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے
اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ	کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ	بیشک جھوٹے ہیں اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا
لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ	بیشک وہ مسجد کہ پہلے دن سے جس کی بنیاد
اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ	پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس

marfat.com

رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○
(التوبہ رکوع ۱۳)

میں کھڑے ہو۔اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

درسِ ہدایت:

ایک ہی عمل۔عمل کرنے والے کی نیت کے فرق سے ''اچھا'' بھی ہوسکتا ہے اور ''برا بھی'' طیب بھی بن سکتا ہے اور خبیث بھی۔

مسجد کی تعمیر ایک عمل خیر ہے مگر جب ''لوجہ اللہ'' کی نیت ہوتو ثواب ہی ثواب ہے اور اگر ''شروفساد'' کی نیت ہوتو عذاب ہی عذاب ہے مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر مقبول بارگاہ اور باعث ثواب ہوئی کیونکہ ان دونوں مسجدوں کے بنانے والوں کی نیت خدا کی رضا اور ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد مردود بارگاہ الٰہی ہوگئی اور سراسر باعث عذاب بن گئی کیونکہ اس مسجد کو تعمیر کرنے والوں کی نیت رضائے الٰہی نہیں تھی اور اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر نہیں رکھی گئی تھی بلکہ ان لوگوں کی غرض فاسد تخریب اسلام اور تفریق بین المسلمین تھی تو یہ مسجد قطعاً غیر مقبول ہوگئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مسجد میں قدم رکھنے کی بھی ممانعت فرمادی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسجد کو نہ صرف ویران فرمادیا بلکہ اس کو جلا کر نیست ونابود کرڈالا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی اگر کسی مسجد یا امام بارگاہ کو گمراہ فرقوں والے اہل حق کے خلاف کمین گاہ اور جاسوسی کا مرکز بنا کر اہل حق کے خلاف فتنہ پردازیاں کرنے لگیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مسجد' امام بارگاہ میں نماز کے لئے نہ جائیں بلکہ اس کا بائیکاٹ کر کے اس کو ویران کردیں اور ہرگز ہرگز نہ اس مسجد میں نماز پڑھیں نہ اس کی تعمیر وآبادکاری میں کوئی امداد وتعاون کریں۔

یا پھر تمام مسلمان مل کر گمراہ فرقوں کو اس مسجد' امام بارگاہ سے بے دخل کردیں اور اس مسجد کو اپنے قبضہ میں لے کر گمراہوں کا تسلط ختم کردیں تا کہ ان لوگوں کے شروفساد اور فتنہ انگیزیوں سے مسجد ہمیشہ کے لئے پاک ہوجائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۲۳) فرعون کا ایمان مقبول نہیں ہوا

فرعون جب اپنے لشکروں کے ساتھ دریا میں غرق ہونے لگا تو ڈوبتے وقت تین مرتبہ اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا مگر اس کا ایمان مقبول نہیں ہوا اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرا لہٰذا بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ فرعون مومن ہو کر مرا۔ اس کا قول قابل اعتبار نہیں ہے۔

(صاوی ج ۲ ص ۲۷۸)

ڈوبتے وقت ایک مرتبہ فرعون نے ''امنت'' کہا یعنی میں ایمان لایا دوسری مرتبہ اَنَّـــهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ کہا یعنی اس اللہ کے سوا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے دوسرا کوئی خدا نہیں ہے اور تیسری بار یہ کہا کہ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی میں مسلمان ہوں۔ روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرعون کے منہ میں خداوند تعالیٰ کے حکم سے کیچڑ بھر دی اور وہ اچھی طرح کلمہ ایمان ادا نہیں کر سکا۔ (جلالین)

یہ بھی ایک حکایت منقول ہے کہ جب فرعون تخت سلطنت پر بیٹھ کر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آدمی کی شکل میں اس کے پاس یہ فتویٰ طلب کرنے کے لئے تشریف لے گئے کہ کیا فرماتے ہیں۔ بادشاہ اس غلام کے بارے میں جو اپنے مولیٰ کے دیئے ہوئے مال اور اس کی نعمتوں میں پلا بڑھا پھر اس نے اپنے مولیٰ کی ناشکری کی اور اس کے حقوق کا انکار کرتے ہوئے خود اپنی سیادت کا اعلان کر دیا بلکہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تو فرعون نے اس کا جواب یہ لکھا کہ ایسا غلام جو اپنے مولیٰ کی ناشکری کر کے اپنے مولیٰ کا باغی ہو گیا اس کی سزا یہی ہے کہ وہ دریا میں غرق کر دیا جائے چنانچہ جب ڈوبتے وقت فرعون پر موت کا غرغرہ سوار ہو گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرعون کا وہ دستخطی فتویٰ اس کو دکھایا اس کے بعد فرعون مر گیا۔ (صاوی ج ۲ ص ۲۷۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ	اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں اس کے سوا

marfat.com

بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○
(یونس رکوع ۹)

جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں کیا اب؟ اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا آج ہم تیری لاش کو تیرا دیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو اور بیشک بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد بھی بنی اسرائیل پر اس کی ہیبت کا اس درجہ دبدبہ چھایا ہوا تھا کہ لوگوں کو فرعون کی موت میں شک وشبہ ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو خشکی پر پہنچا دیا اور دریا کی موجوں نے اس کی لاش کو ساحل پر ڈال دیا تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر اس کی موت کا یقین بھی کر لیں اور اس کے انجام سے عبرت بھی حاصل کریں۔

مشہور ہے کہ اس کے بعد ہی سے پانی نے لاشوں کو قبول کرنا چھوڑ دیا اور ہمیشہ پانی لاشوں کو اوپر تیرا تا رہتا ہے یا کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ (صاوی ج ۲ ص ۲۷۱)

درسِ ہدایت:

فرعون نے باوجودیکہ تین مرتبہ اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا مگر پھر بھی اس کا ایمان مقبول نہیں ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کے بارے میں مفسرین نے تین وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

اول یہ کہ فرعون نے اپنے ایمان کا اقرار اس وقت کیا جب عذاب الٰہی اس کے سر پر مسلط ہو گیا اور موت کا غرغرہ اس پر طاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آ جاتا ہے تو اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتا۔

چونکہ فرعون پر عذاب آ جانے کے بعد جب موت کا غرغرہ سوار ہو گیا اس وقت ایمان لایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ایمان کو قبول نہیں فرمایا اور حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ اس کے منہ میں کیچڑ بھر دیں اور یہ کہہ دیں کہ اب تو ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو ہمیشہ ایمان لانے

marfat.com

سے انکار کرتا رہا اور لوگوں کو گمراہ کر کے فساد پھیلاتا رہا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ خدا کی توحید کے ساتھ رسول ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور فرعون نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ " کہا یعنی صرف خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان نہیں لایا اس لئے وہ مومن نہ ہوسکا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ فرعون نے ایمان لانے کے قصد سے کلمہ ایمان کا تلفظ نہیں کیا تھا بلکہ صرف غرق سے بچنے کے لئے یہ کلمہ کہا تھا جیسا کہ اس کی عادت تھی کہ ہر مصیبت اور عذاب نازل ہونے کے وقت وہ گڑگڑا کر خدا کی طرف رجوع کرتا تھا لیکن مصیبت ٹل جانے کے بعد پھر آنا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کہہ کر اپنی خدائی کا ڈنکا بجایا کرتا تھا معلوم ہوا ہے کہ صرف کلمہ اسلام کا تلفظ جب کہ ایمان لانے کی نیت نہ ہو بلکہ جان بچانے کے لئے کہا ہو یہ ایمان کے لئے کافی نہیں ہے لہٰذا فرعون کا ایمان مقبول نہیں ہوا اور صحیح قول یہی ہے کہ فرعون کفر ہی کی حالت میں غرق ہو کر مرا اس پر قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں شاہد عدل ہیں اسی لئے علامہ صاوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا کہ جن بعض لوگوں نے یہ کہا کہ فرعون مومن ہو کر مرا۔ ان لوگوں کا قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲۴) نوح علیہ السلام کی کشتی

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو خدا کا پیغام سناتے رہے مگر ان کی بدنصیب قوم ایمان نہیں لائی بلکہ طرح طرح سے آپ کی تحقیر و تذلیل کرتی رہی اور قسم قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے آپ کو ستاتی رہی یہاں تک کہ کئی بار ان ظالموں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا مگر آپ پھر مکان سے نکل کر دین کی تبلیغ فرمانے لگے اسی طرح بارہا آپ کا گلا گھونٹتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگتا اور آپ بے ہوش ہو جاتے مگر ان ایذاؤں اور مصیبتوں پر بھی آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار! تو میری قوم کو بخش دے اور ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے ہیں۔

marfat.com

اور قوم کا یہ حال تھا کہ ہر بوڑھا باپ اپنے بچوں کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح (علیہ السلام) بہت پرانے پاگل ہیں اس لئے کوئی ان کی باتوں کو نہ سنے اور نہ ان کی باتوں پر دھیان دے یہاں تک کہ ایک دن یہ وحی نازل ہوگئی کہ اے نوح علیہ السلام اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا اور دوسرے لوگ کبھی ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے بعد آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور پھر آپ نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے دعا فرما دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ایک کشتی تیار کریں چنانچہ ایک سو برس میں آپ کے لگائے ہوئے ساگوان کے درخت تیار ہو گئے اور آپ نے ان درختوں کی لکڑیوں سے ایک کشتی بنائی جو ۸۰ گز لمبی اور پچاس گز چوڑی تھی اور اس میں تین درجے تھے نچلے طبقے میں درندے، پرندے اور حشرات الارض وغیرہ اور درمیان طبقے میں چوپائے وغیرہ جانوروں کے لئے اور بالائی طبقے میں خود اور مومنین کے لئے جگہ بنائی اس طرح یہ شاندار کشتی آپ نے بنائی اور ایک سو برس کی مدت میں یہ تاریخی کشتی بن کر تیار ہوئی جو آپ کی اور مومنوں کی محنت اور کاریگری کا ثمرہ تھی جنہوں نے بے پناہ محنت کر کے یہ کشتی بنائی تھی۔

جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑاتی تھی کوئی کہتا کہ اے نوح! اب تم بڑھئی بن گئے؟ حالانکہ پہلے تم کہا کرتے تھے کہ میں اللہ کا نبی ہوں کوئی کہتا کہ اے نوح اس خشک زمین میں تم کشتی کیوں بنا رہے ہو؟ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے؟ غرض طرح طرح کا تمسخر و استہزاء کرتے اور قسم قسم کی طعنہ بازیاں اور بدزبانیاں کرتے رہتے تھے اور آپ ان کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ آج تم ہم سے مذاق کرتے ہو لیکن گھبراؤ مت جب خدا کا عذاب بصورت طوفان آ جائے گا تو ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔

جب طوفان آ گیا تو آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں اور پرندوں اور قسم قسم کے حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کرا دیا اور خود آپ اور آپ کے تینوں فرزند یعنی حام و سام و یافث اور ان تینوں کی بیویاں اور آپ کی مومنہ بیوی اور بہتر مومنین مرد و عورتیں کل اسی انسان کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کی ایک بیوی ''واعلہ'' جو کافرہ تھی اور آپ کا ایک لڑکا جس کا نام کنعان تھا یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے اور طوفان میں غرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ جب سانپ اور بچھو کشتی میں سوار ہونے لگے تو آپ سے ان دونوں نے کہا

marfat.com

کہ ہم کو سوار کر لیجئے ہم عہد کرتے ہیں کہ جو شخص

سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ پڑھ لے گا ہم دونوں اس کو ضرر نہیں پہنچائیں گے تو آپ نے ان دونوں کو بھی کشتی میں بٹھالیا۔

طوفان میں کشتی والوں کے سوا ساری قوم اور کل مخلوق غرق ہو کر ہلاک ہوگئی اور آپ کی کشتی ''جودی پہاڑ'' پر جا کر ٹھہر گئی اور طوفان ختم ہونے کے بعد آپ مع کشتی والوں کے زمین پر اتر پڑے اور آپ کی نسل میں بے پناہ برکت ہوئی کہ آپ کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل کر آباد ہوگئی اسی لئے آپ کا لقب ''آدم ثانی'' ہے۔ (صاوی ج ۲ ص ۲۸۱ وغیرہ تفاسیر)

قرآن مجید میں خداوند عزوجل نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ ۚ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝

(حود رکوع: ۳۶-۳۹)

اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم میں سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو ان کے کرتوتوں پر تم غم نہ کھاؤ اور تم کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے اور نوح کشتی بنا رہے تھے تو جب ان کی قوم سرداران کے پاس سے گزرتے تو ان کی ہنسی اڑاتے تو نوح کہتے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہماری ہنسی اڑاتے ہو تو اب تم لوگ جان جاؤ گے کہ کس پر آتا ہے رسوا کرنے والا عذاب اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔

marfat.com

(۲۵) طوفان برپا کرنے والا تنور

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دو سو برس پہلے ہی بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ آپ کی قوم طوفان میں غرق کر دی جائے گی مگر طوفان آنے کی نشانی یہ مقرر فرما دی تھی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگا چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی ابلنا شروع ہو گیا اور آپ نے کشتی پر جانوروں اور انسانوں کو سوار کرانا شروع کر دیا پھر زوردار بارش ہونے لگی جو مسلسل چالیس دن اور چالیس رات موسلا دھار برستی رہی اور زمین بھی جابجا شق ہوگئی اور پانی کے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے اس طرح بارش اور زمین سے نکلنے والے پانیوں سے ایسا طوفان آ گیا کہ چالیس چالیس گز اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوب گئیں۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ○ (ھود:۴۰)

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور ابلا تو ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کر لو ہر جنس سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن کی ہلاکت پہلے طے ہو چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں کو اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔

اور آسمان و زمین کے پانی کی فراوانی اور طغیانی کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ○ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○ (القمر:۱۱،۱۲)

ہم نے آسمان کے دروازوں کو لگاتار برسنے والے پانی کے ساتھ کھول دیا اور چشمے پھاڑ دیے تو دونوں پانی مل گئے اور وہ کام ہو گیا جس کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔

یعنی طوفان آ گیا اور ساری دنیا غرق ہوگئی (صاوی ج ۲ ص ۳۸۱)

طوفان کتنا زوردار تھا؟ اور طوفانی سیلاب کی موجوں کی کیا کیفیت تھی؟ اس کی منظر کشی قرآن مجید نے ان لفظوں میں فرمائی ہے۔

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ

اور وہ کشتی انہیں لئے جا رہی تھی پہاڑ جیسی

marfat.com

(ھود:۴۲) موجوں میں۔

حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہو گئے اور کشتی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی برابر چلی جا رہی تھی یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ کوہ جودی پر پہنچ کر ٹھہر گئی کشتی پر سوار ہوتے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی کہ

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (ھود:۴۱)

اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲۶) جودی پہاڑ

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں چھ ماہ تک چکر لگاتی رہی یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس سے بھی گزری اور کعبہ مکرمہ کا سات چکر طواف بھی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی جو عراق کے ایک شہر "جزیرہ" میں واقع ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پہاڑ کی طرف یہ وحی کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ایک پہاڑ پر ٹھہرے گی تو تمام پہاڑوں نے تکبر کیا لیکن "جودی" پہاڑ نے تواضع اور عاجزی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا کہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

اور ایک روایت ہے کہ بہت دنوں تک اس کشتی کی لکڑیاں اور تختے باقی رہے تھے یہاں تک کہ اگلی اُمتوں کے بعض لوگوں نے اس کشتی کے تختوں کو جودی پہاڑ پر دیکھا تھا۔

محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے دن یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری چنانچہ اس تاریخ کو کشتی کی تمام مخلوق یعنی انسان اور وحوش و طیور وغیرہ سبھی نے شکرانہ کا روزہ رکھا اور حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے اتر کر سب سے پہلی جو بستی بسائی ان کا نام "ثمانین" رکھا۔ عربی زبان میں ثمانین کے معنی "اسی" ہوتے ہیں چونکہ کشتی میں اسی آدمی تھے اس لئے اس گاؤں کا نام "ثمانین" رکھ دیا گیا۔

(صاوی ج ۲ ص ۳۸۱)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ھود:۴۴)

اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور فرما دیا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ!

marfat.com

(۲۷) نوح علیہ السلام کا بیٹا غرق ہو گیا

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جس کا نام ''کنعان'' تھا وہ صدق دل سے آپ پر ایمان نہیں لایا تھا بلکہ وہ منافق تھا اور اپنے کفر کو چھپائے رکھتا تھا لیکن طوفان کے وقت اس نے اپنے کفر کو ظاہر کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت اس کو بلایا اور فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے! تم کشتی پر سوار ہو جاؤ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دو تو اس نے کہا کہ میں طوفان میں پہاڑوں پر چڑھ کر پناہ لے لوں گا تو آپ نے بڑی دل سوزی کے ساتھ فرمایا کہ بیٹا! آج خدا کے عذاب سے کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔ ہاں جس پر خداوند کریم اپنا رحم فرمائے بس وہی بچ سکتا ہے باپ بیٹے میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک زوردار موج آئی اور کنعان غرق ہو گیا اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ کنعان ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر ایک غار میں چھپ گیا اور غار کے تمام سوراخوں کو بند کر لیا مگر جب طوفان کی موج اس پہاڑ کی چوٹی سے ٹکرائی تو غار میں پانی بھر گیا اس طرح کنعان اپنے بول و براز میں لت پت ہو کر غرقاب ہو گیا۔ (صاوی ج ۲ ص ۴۸۱)

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اس واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

وَنَادٰی نُوْحُ ِ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ	اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے
یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ	کنارے تھا اے میرے بچے! ہمارے ساتھ
الْكٰفِرِیْنَ ○ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ	سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ وہ بولا
یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ	اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی
الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ	سے بچا لے گا۔ نوح نے کہا آج اللہ کے عذاب
وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ	سے کوئی بچانے والا نہیں مگر وہ جس پر رحم کرے
الْمُغْرَقِیْنَ ○ (ہود ۴۲، ۴۳)	اور ان کے بیچ میں موج آڑ لے آئی تو وہ
	ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

بیٹے کو اپنے سامنے اس طرح غرق ہوتے دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کو بڑا صدمہ و رنج پہنچا اور آپ نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میرا بیٹا کنعان تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو حکم الحاکمین ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح

marfat.com

! علیہ السلام یہ آپ کا بیٹا کنعان آپ کے ان گھر والوں میں سے نہیں ہے جن کو بچانے کا ہم نے وعدہ کیا تھا لہٰذا اے نوح! علیہ السلام تمہارا یہ سوال ٹھیک نہیں ہے اس لئے تم مجھ سے ایسی کسی بات کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کروں جو مجھے معلوم نہیں ہے اور اگر تو مجھے معاف فرما کر رحم نہ فرمائے گا تو میں نقصان میں پڑ جاؤں گا۔ (صاوی ج۲ ص۵۸۱)

قرآن مجید میں حضرت حق جل جلالہ نے اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِىْ مِنْ اَهْلِىْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ○ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۖ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِىْ بِهٖ عِلْمٌ ۖ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِىْ وَتَرْحَمْنِىْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

(ھود رکوع ۴)

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی کہ اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا ہے۔ فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں۔ بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ طلب کر جس کا تجھ کو علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔ عرض کی اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور رحم نہ کرے گا تو میں نقصان میں پڑنے والا ہو جاؤں گا۔

(۲۸) طوفان کیونکر ختم ہوا؟

جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور سب کفار غرق ہو کر فنا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! جتنا پانی تجھ سے چشموں کی صورت میں نکلا ہے تو ان سب پانیوں کو پی لے اور اے آسمان تو اپنی بارش بند کر دے چنانچہ پانی گھٹنا شروع ہو گیا اور طوفان ختم ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے نوح علیہ السلام آپ کشتی سے اتر جائیے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکتیں آپ پر بھی ہیں اور ان لوگوں پر بھی ہیں جو کشتی میں

marfat.com

آپ کے ساتھ رہے۔(ہود رکوع ۴)

حدیث شریف میں آیا ہے حضرت نوح علیہ السلام نے روئے زمین کی خبر لانے کے لئے کسی کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے مرغی نے کہا کہ میں روئے زمین کی خبر لاؤں گی تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے بازوؤں پر مہر لگا کر فرمایا کہ تجھ پر میری مہر ہے تو پرند ہوتے ہوئے بھی لمبی اڑان نہ اڑ سکے گی اور میری اُمت تجھ سے فائدہ اٹھائے گی پھر آپ نے کوّے کو بھیجا تو ایک مردار دیکھ کر اس پر گر پڑا اور واپس نہیں آیا تو آپ نے اس پر لعنت فرمادی اور اس کے لئے بددعا فرمادی کہ وہ ہمیشہ خوف میں مبتلا رہے چنانچہ کوّے کو حل وحرم میں کہیں بھی پناہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا تو وہ زمین پر نہیں اترا بلکہ ملک سبا سے زیتون کی ایک پتی چونچ میں لے کر آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم زمین پر نہیں اترے اس لئے پھر جاؤ اور روئے زمین کی خبر لاؤ تو کبوتر دوبارہ روانہ ہوا اور مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ کی زمین پر اتر پڑا اور دیکھ لیا کہ پانی زمین حرم سے ختم ہو چکا ہے اور سرخ رنگ کی مٹی ظاہر ہو گئی ہے۔ کبوتر کے دونوں پاؤں سرخ مٹی سے رنگین ہو گئے اور وہ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس واپس آ گیا اور عرض کیا کہ اے خدا کے پیغمبر! آپ میرے گلے میں ایک خوبصورت طوق عطا فرمائیے اور میرے پاؤں میں سرخ خضاب مرحمت فرمائیے اور مجھے زمین حرم میں سکونت کا شرف عطا فرمائیے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کے سر پر دست شفقت پھرایا اور اس کے لئے یہ دعا فرمادی کہ اس کے گلے میں دھاری کا ایک خوبصورت ہار پڑا رہے اور اس کے پاؤں سرخ ہو جائیں اور اس کی نسل میں خیر و برکت رہے اور اس کو زمین حرم میں سکونت کا شرف ملے۔(صاوی ج ۲ ص ۵۸۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝(ھود:۴۴)	اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں ظالم لوگ۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سے اترنے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ	فرمایا گیا کہ اے نوح علیہ السلام کشتی سے اترو۔ ہماری

marfat.com

عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ط (ھود:۴۸)

طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر ہیں اور تمہارے ساتھ کچھ گروہوں پر ہیں۔

درسِ ہدایت

حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں بڑی بڑی عبرتوں کے سامان ہیں جن کے انوار تجلیات سے قلوب مومنین پر ایسی ایمانی روشنی پڑتی ہے جس سے مومنین کا سینہ نور عرفان وجلوہ ایمان سے منوّر اور روشن ہو جاتا ہے چند تجلیوں کی نشان دہی حاضر ہے۔

(۱) حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کی ایذا رسانیوں اور دلخراش طعنوں اور گالیوں کے باوجود صبر وتحمل کے ساتھ اپنی قوم کو ہدایت کا درس دیتے رہے اور جب تک ان پر وحی نہیں آ گئی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اس وقت تک آپ برابر ہدایت کا وعظ سناتے ہی رہے جب بذریعہ وحی آپ ان لوگوں کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو آپ نے ظالموں کے لئے ہلاکت کی دعا فرمائی قوم مسلم کے واعظوں اور ہادیوں کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ چراغ ہدایت ومنارہ نور ہے کہ وہ بھی صبر واستقلال کے ساتھ برابر تبلیغ وارشاد کا کام جاری رکھیں۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین طوفان کے عظیم سیلاب میں جبکہ طوفان کی موجیں پہاڑوں کی طرح سر اٹھا رہی تھیں کشتی پر سوار تھے اور طوفانی موجوں کے سیلاب عظیم میں ایک تنکے کی طرح یہ کشتی ہچکولے کھاتی چلی جا رہی تھی مگر حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین توکل کی ایسی منزل بلند میں تھے کہ نہ ان لوگوں کو کوئی گھبراہٹ تھی نہ کوئی پریشانی اس میں مومنین کے لئے یہ ہدایت ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی مومن کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ کر مطمئن رہنا چاہئے۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ نیکوں کی اولاد کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نیک ہی ہوں بروں کی اولاد اچھی اور اچھوں کی اولاد بری ہو سکتی ہے یہ خداوند تعالیٰ کی مشیت اور مرضی پر موقوف ہے وہ جس کو چاہے اچھا بنا دے اور جس کو چاہے برا بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۲۹) ایک گستاخ پر بجلی گر پڑی

ایک شخص جو کفار عرب کے سرداروں میں سے تھا اس کے پاس حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا چنانچہ ان حضرات نے اس کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنا کر اسلام کی دعوت دی تو اس گستاخ نے ازراہ تمسخر کہا کہ اللہ کون ہے؟ اور کیسا ہے اور کہاں ہے؟ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا؟ اس کا یہ متکبرانہ اور گستاخانہ جواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان حضرات نے بارگاہِ نبوت میں واپس لوٹ کر سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم

اس شخص سے بڑھ کر کافر اور باری تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا تو ہم لوگوں نے دیکھا ہی نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ دوبارہ اس کے پاس جاؤ چنانچہ یہ حضرات دوبارہ اس کے پاس پہنچے تو اس خبیث نے پہلے سے بھی زیادہ گستاخانہ الفاظ زبان سے نکالے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی گستاخیوں اور بدزبانیوں سے رنجیدہ ہو کر دربار نبوت میں واپس پلٹ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے پاس بھیجا جہاں یہ لوگ پہنچ کر اس کو دعوت اسلام دینے لگے اور وہ گستاخ ان حضرات سے جھگڑا کرتے ہوئے بدزبانی اور گالی گلوچ پر اتر آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ارشاد نبوی کے مطابق صبر کرتے رہے اسی دوران میں لوگوں نے دیکھا کہ ناگہاں ایک بدلی آئی اور اس بدلی میں اچانک گرج اور چمک پیدا ہوئی پھر ایک دم نہایت ہی مہیب گرج کے ساتھ اس کافر پر بجلی گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی اور وہ لمحہ بھر میں جل کر راکھ ہو گیا یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ اقدس میں واپس آئے تو ان حضرات کو دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جس گستاخ کے یہاں گئے تھے وہ تو جل کر راکھ ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انتہائی حیرت و تعجب سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو کیسے اور کس طرح اس کی خبر ہو گئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (صاوی ج ۲ ص ۷۲۲)

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ○

اور اللہ کڑکنے والی بجلیوں کو بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہے ڈالتا ہے دراں حالیکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اللہ کی پکڑ بہت

marfat.com

(الرعد رکوع ۲) سخت ہے۔

درسِ ہدایت

باری تعالیٰ کی شان میں اس طرح کی گستاخی کرنے والوں کو بارہا عذاب الٰہی نے اپنی گرفت میں لے کر ہلاک کر ڈالا ہے لہٰذا خبردار خبردار اس مقدس جناب میں ہرگز ہرگز کوئی ایسا لفظ زبان سے نہیں نکالنا چاہئے جو شان الوہیت میں بے ادبی قرار پائے آج کل بہت سے لوگ بیماریوں اور مصیبتوں کے وقت خداوند تعالیٰ کی شان میں ناشکری کے الفاظ بول کر خداوند قدوس کی بے ادبی کر بیٹھتے ہیں جس سے ان کا ایمان بھی جاتا رہتا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں عذاب کے حقدار بن جاتے ہیں۔ توبہ نعوذ باللہ منہ۔

(۳۰) پانچ دشمنان رسول

کفار قریش کے پانچ سردار (۱) عاص بن وائل سہمی (۲) اسود بن مطلب (۳) اسود بن عبد یغوث (۴) حارث بن قیس (۵) ولید بن مغیرہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ ایذائیں دیتے اور آپ کا بے حد تمسخر اور مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ایک روز حضور اکرم ﷺ مسجد حرام میں تشریف لائے تو یہ پانچوں خبثاء بھی پیچھے پیچھے آئے اور حسب عادت تمسخر اور طعن و تشنیع کے الفاظ بکنے لگے۔ اسی حال میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص بن وائل سہمی کے پاؤں کے تلوے کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ کہا کہ میں ان لوگوں کے شر کو دفع کروں گا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ پانچوں دشمنان رسول طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ ولید بن مغیرہ ایک تیر بیچنے والے کی دکان کے پاس سے گزرا۔ ناگہاں ایک تیر کا پیکان اس کے تہہ میں چبھ گیا مگر اس کو نکالنے کے لئے اس نے تکبر سے سر نیچا نہ کیا اور کھڑے کھڑے تہبند ہلا ہلا کر پیکان کو نکالنے لگا جس سے اس کی پنڈلی زخمی ہو گئی اور وہ زخم اچھا نہیں ہوا بلکہ اسی زخم کی تکلیف اٹھا اٹھا کر وہ مر گیا۔

عاص بن وائل سہمی کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھ گیا جس سے اس کے پاؤں میں زہر باد ہو گیا اور اس کا پاؤں پھول کر اونٹ کی گردن کی طرح موٹا ہو گیا اور اسی تکلیف میں وہ تڑپ تڑپ

marfat.com

کراور کراہتے ہوئے ہلاک ہوگیا۔

اسود ابن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد اٹھا کہ وہ اندھا ہوگیا اور درد کی شدت سے وہ بے قراری میں اپنا سر دیوار سے بار بار ٹکراتا تھا اور اسی درد و کرب کی بے چینی میں وہ مر گیا اور یہ کہتا ہوا مرا کہ مجھ کو محمد (ﷺ) نے قتل کیا ہے۔

اسود بن عبد یغوث کو استسقاء ہوگیا جس سے اس کا پیٹ بہت زیادہ پھول گیا اور وہ اسی مرض میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہوگیا۔

حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ بہنے لگا اور وہ اسی میں مر کر ہلاک ہوگیا' اس طرح یہ پانچوں گستاخان رسول بہت جلد بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر ہلاک ہوگئے۔

(صاوی ج۲ص۵۵۲)

ان ہی پانچوں گستاخوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

(الحجر رکوع ۶)

بیشک ان مذاق اڑانے والوں کو آپکی طرف سے ہم کافی ہیں جو اللہ کیساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو بہت جلد یہ لوگ جان لیں گے (کہ انکا کیا انجام ہوا)

درسِ ہدایت:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ طعن و تمسخر' ان کی ایذا رسانی اور توہین و بے ادبی وہ جرم عظیم ہے کہ خداوند قہار و جبار کا قہر و غضب ان مجرموں کو کبھی معاف نہیں فرماتا۔ ایسے لوگوں کو کبھی غرق کر کے ہلاک کر دیا کبھی ان کی آبادیوں پر پتھر برسا کر ان کو برباد کر دیا۔ کبھی زلزلوں کے جھٹکوں سے ان کی بستیوں کو الٹ پلٹ کر کے تہس نہس کر دیا کچھ ذلت کے ساتھ قتل ہو گئے کچھ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو کر ایڑیاں رگڑتے رگڑتے اور تڑپتے تڑپتے مر گئے۔

اس زمانے میں بھی جو لوگ بارگاہ نبوت میں یا اصحابِ رسول ﷺ' بنات رسول ﷺ' ازواجِ رسول گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے رہتے ہیں وہ کان کھول کر سن لیں کہ ان کے ایمان کی دولت تو غارت ہو ہی چکی ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ کسی نہ کسی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر

marfat.com

ذلت کی موت مرجائیں گے اور دنیا ان کے منحوس وجود سے پاک ہو جائے گی سن لو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کبھی ہرگز ہرگز غلط نہیں ہوسکتا لہٰذا تم لوگ انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں اور اگر عذاب الٰہی کی مار سے بچنا چاہتے ہو تو اس کی فقط ایک ہی صورت ہے کہ صدق دل سے توبہ کر کے رسول اکرم ﷺ کی محبت وعظمت سے اپنے دلوں کو معمور و آباد کرلو اور اپنے قول و فعل اور اعتقاد سے تعظیم و توقیر نبوی کو اپنا دینی شعار بنالو پھر تم دیکھنا کہ ہر قدم پر تمہارے اوپر خداوند قدوس کی رحمتیں نازل ہوں گی اور خاتمہ بالخیر کی کرامتوں سے تم سرفراز ہو کر دونوں جہاں کی سعادتوں سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۱) تمام سواریوں کا ذکر قرآن میں

نزول قرآن کے وقت جو چوپائے عام طور پر باربرداری اور سواری کے لئے استعمال ہوتے تھے وہ چار جانور تھے اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے، باربرداری اور سواری کے ان چار جانوروں کا قرآن مجید میں خاص طور سے صراحۃً ذکر ہے ان کے علاوہ قیامت تک جتنی سواریوں اور باربرداری کے سامان عالم وجود میں آنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کا تذکرہ قرآن مجید میں اجمالاً بیان فرمادیا ہے چنانچہ سورۂ نحل کی مندرجہ ذیل آیت کو بغور پڑھ لیجئے۔ ارشاد ربانی ہے کہ

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا فرمائے کہ ان میں تمہارے لئے گرم لباس اور منفعتیں ہیں اور ان میں سے کچھ کو تم کھاتے ہو اور تمہارے لئے ان چوپایوں میں زینت کا اظہار ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو اور وہ (اونٹ وغیرہ) تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے شہروں کی طرف کہ تم لوگ وہاں نہ پہنچتے مگر آدھ مرے ہو کر بیشک تمہارا رب بہت مہربان اور رحم والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے کہ

marfat.com

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل رکوع ۱)

تمہاری سواری اور زینت بنیں اور وہ بہت سی ایسی سواریاں وغیرہ پیدا کریگا جن کو تم لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت مبارکہ میں آخری جملہ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں قیامت تک عالم وجود میں آنے والی تمام باربرداری کے ذرائع اور قسم قسم کی ان مختلف سواریوں کے پیدا ہونے کا بیان ہے جو نزول قرآن کے وقت تک ایجاد نہیں ہوئی تھیں مثلاً سائیکل' موٹر' ریل گاڑیاں' سڑکیں' بحری جہاز' ہوائی جہاز' ہیلی کاپٹر' راکٹ وغیرہ وغیرہ تمام نقل وحمل کے سامان اور سواریوں کے ذرائع سب کا اجمالاً ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور غیب کی خبر کا اعلان عام فرمایا ہے۔ ذرائع نقل وحمل اور سواریوں کے علاوہ اس آیت میں تو اس قدر عموم ہے کہ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والی ہر ہر چیز اور تمام کائنات عالم کا اجمالاً بیان ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

چاروں سواریاں جو نزول قرآن کے وقت عرب میں عام تھیں۔ ان کے بارے میں کچھ خصوصیات حسب ذیل ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

اونٹ

یہ بہت سے نبیوں اور رسولوں کی سواری ہے۔ خود حضور خاتم النبیین ﷺ نے اونٹ کی سواری فرمائی اور آپ کی دو اونٹنیاں بہت مشہور ہیں۔ ایک ''قصویٰ'' اور دوسری ''عضباء'' جس کے بارے میں روایت ہے کہ یہ کبھی دوڑ میں کسی اونٹ سے مغلوب نہیں ہوئی تھی مگر ایک مرتبہ ایک اعرابی کے اونٹ سے دوڑ میں پیچھے رہ گئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت شاق گزرا۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ جب وہ کسی دنیا کی چیز کو بلند فرما دیتا ہے تو اس کو پست بھی کر دیتا ہے۔ مروی ہے کہ آپ کی اونٹنی ''عضباء'' نے آپ کی وفات کے بعد غم میں نہ کچھ کھایا نہ پیا اور وفات پا گئی اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اسی اونٹنی پر سوار ہو کر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان محشر میں تشریف لائیں گی۔ (روح البیان ج ۵ ص ۸)

''حیات الحیوان'' میں ہے کہ اونٹ کے بالوں کو جلا کر اس کی راکھ اگر بہتے ہوئے خون پر چھڑک دی جائے تو خون فوراً بند ہو جائے گا اور اونٹ کی کلنی اگر کسی عاشق کی آستین میں باندھ دی جائے تو اس کا عشق زائل ہو جائے گا اور اونٹ کا گوشت بہت مقوی باہ ہے۔ (روح البیان ج ۵ ص ۹)

marfat.com

گھوڑا

سب سے پہلے گھوڑے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سواری فرمائی۔ آپ سے پہلے یہ وحشی اور جنگلی چوپایہ تھا اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ گھوڑے کی سواری کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد سب سے زیادہ گھوڑا محبوب تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ گھوڑا میدان جنگ میں یہ تسبیح پڑھتا ہے۔

"سُبُّوْحٌ، قُدُّوْسٌ، رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ"

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند گھوڑے تھے جن پر آپ سواری فرمایا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ کون کون سی سواریاں آپ کو پسند ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑا اور گدھا اور اونٹ کیونکہ گھوڑا اولوالعزم رسولوں کی سواری ہے اور اونٹ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے اور گدھا حضرت عیسیٰ و حضرت عزیر علیہما السلام کی سواری ہے اور میں کیوں نہ اس چوپائے (گدھے) سے محبت رکھوں جس کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا۔

(روح البیان ج ۵ ص ۱۱)

خچر

یہ بھی ایک مبارک سواری ہے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں چھ خچر تھے۔ ان میں سے ایک سفید رنگ کا تھا جو مقوقس والی مصر نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت مبارکہ میں پیش کیا تھا جس کا نام "دلدل" تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اندرون شہر مدینہ اور اپنے باہر کے سفروں میں اس پر سواری فرمایا کرتے تھے اس کی عمر بہت زیادہ ہوئی یہاں تک کہ اس کے سب دانت ٹوٹ گئے تھے اور اس کی خوراک کے لئے جو کوٹ کر دلیہ بنایا جاتا تھا۔ یہ حضور کی وفات کے بعد مدتوں زندہ رہا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران اس پر سوار ہوئے اور آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جنگ خوارج کے موقع پر اسی خچر پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نکلے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے صاحبزادگان حضرت امام حسن و حضرت امام حسین و حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہم

marfat.com

نے بھی اس کی سواری کا شرف پایا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۱۱)

گدھا

یہ بھی انبیاء اور رسولوں کی سواری ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت میں بھی دو گدھے تھے۔ ایک کا نام ''عفیر'' اور دوسرا کا نام ''یعفور'' تھا۔ روایت ہے کہ ''یعفور'' آپ کو خیبر میں ملا تھا اور اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا تھا کہ یارسول اللہ! میرا نام ''زیاد بن شہاب'' ہے اور میرے باپ داداؤں میں ساٹھ ایسے گدھے گزرے ہیں جن پر نبیوں نے سواری فرمائی ہے اور آپ بھی اللہ کے نبی ہیں لہٰذا میری تمنا ہے کہ آپ کے بعد دوسرا کوئی میری پشت پر نہ بیٹھے چنانچہ اس چوپائے کی تمنا پوری ہوگئی کہ آپ کی وفات اقدس کے بعد ''یعفور'' شدت غم سے نڈھال ہو کر ایک کنویں میں گر پڑا اور فوراً ہی موت سے ہمکنار ہو گیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ''یعفور'' کو بھیجا کرتے تھے کہ فلاں صحابی کو بلا کر لاؤ تو یہ جاتا تھا اور اس صحابی کے دروازے کو اپنے سر سے کھٹکھٹاتا تھا تو وہ صحابی یعفور کو دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ حضور نے مجھے بلایا ہے چنانچہ وہ فوراً ہی یعفور کے ساتھ دربار نبوی میں حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اونی کپڑا پہنے گا اور بکری کا دودھ دوہے گا اور گدھے کی سواری کرے گا اس میں بالکل ہی تکبر نہیں ہوگا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۱۱)

درسِ ہدایت

ان چاروں سواریوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بطور انعام واحسان کے ان جانوروں کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ان چاروں سواریوں پر حضرات انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے ہیں لہٰذا ان سواریوں کی توہین وتحقیر بہت بڑی گستاخی و بے ادبی ہے جو کفر تک پہنچا دینے والی منحوسیت ہے بلکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان چوپایوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت جان کر شکر بجالائے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت سے ان سواریوں کی دل سے قدر کرے اور ہرگز ہرگز ان کی توہین وتحقیر نہ کرے کہ اس میں ایمان کی سلامتی بلکہ ایمان کی نورانیت کا راز مضمر ہے اور ان چاروں سواریوں کے بعد جو دوسری سواریاں ایجاد ہوئی ہیں ان پر بھی سوار ہونا جائز ہے اور ان میں سواریوں کے بارے میں ایمان رکھنا لازم ہے کہ یہ سب خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ سب

marfat.com

سواریاں وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ویخلق مالا تعلمون فرما کر ان کے پیدا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۲) شہد کی مکھی

عربی میں شہد کی مکھی کو ''نحل'' کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک سورہ نازل فرمائی۔ جس کا نام سورہ نحل ہے اس سورہ میں شہد اور شہد کی مکھی کے فضائل اور اس کے فوائد و منافع کا تذکرہ فرمایا ہے جو قابل ذکر ہے اور درحقیقت یہ مکھیاں عجائبات عالم کی فہرست میں ایک بہت ہی نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ اس مکھی کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس مکھی کے گھروں یعنی چھتوں کا ڈسپلن اور نظام عمل اتنا منظم اور باقاعدہ ہے کہ گویا ایک ترقی یافتہ ملک کا ''نظام سلطنت'' ہے جو پورے نظام و انتظام کے ساتھ نظم مملکت چلا رہا ہے جس میں کوئی خلل اور فساد رونما نہیں ہوتا۔ •

(۲) ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں یہ مکھیاں اس طرح رہتی ہیں کہ ان کا ایک بادشاہ ہوتا ہے جو جسم اور قد میں تمام مکھیوں سے بڑا ہوتا ہے۔ تمام مکھیاں اسی کی قیادت میں سفر کرتی ہیں اس بادشاہ کو ''یعسوب'' کہتے ہیں۔

(۳) ان کا ''یعسوب'' ان مکھیوں کے لئے تقسیم کار کرتا ہے اور سب کو اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگا کر کام کراتا ہے چنانچہ کچھ مکھیاں مکان بناتی ہیں جو سوراخوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ مکھیاں ان سوراخوں کو اتنی خوبصورتی اور یکسانیت کے ساتھ مسدس (چھ گوشوں والا) شکل کا بناتی ہیں کہ گویا کسی ماہر انجینئر نے پرکار کی مدد سے ان سوراخوں کو بنایا ہے۔ سب کی شکل بالکل یکساں اور ایک جیسی، سب کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی بالکل برابر ہوتی ہے۔

(۴) کچھ مکھیاں ''یعسوب'' کے حکم سے انڈے بچے پیدا کرنے کا کام انجام دیتی ہیں کچھ شہد تیار کرتی ہیں کچھ موم بناتی ہیں کچھ پانی لاتی ہیں کچھ پہرہ دیتی رہتی ہیں مجال نہیں ہے کہ کوئی دوسری مکھی ان کے گھر میں داخل ہو سکے۔

(۵) یہ مکھیاں پھلوں پھولوں وغیرہ کا رس چوس چوس کر لاتی ہیں اور شہد کے خزانے میں جمع کرتی رہتی ہیں اور پھلوں پھولوں کی تلاش میں جنگلوں اور میدانوں میں سینکڑوں میل الگ الگ

marfat.com

دور دور تک چلی جاتی ہیں مگر یہ اپنے چھتوں کو نہیں بھولتی ہیں اور بلا تکلیف بغیر کسی تلاش کے سیدھے سینکڑوں میل کی دوری سے اپنے چھتوں میں پہنچ جاتی ہیں۔

(۶) یہ مکھیاں مختلف رنگوں اور مختلف ذائقوں کا شہد تیار کرتی ہیں۔ کبھی سرخ، کبھی سفید، کبھی سیاہ، کبھی زرد، کبھی پتلا، کبھی گاڑھا۔ مختلف موسموں میں اور مختلف پھلوں پھولوں کے بدولت شہد کے مختلف رنگ اور ذائقے بدلتے رہتے ہیں۔

(۷) یہ اپنے چھتے کبھی درختوں پر کبھی پہاڑوں پر کبھی گھروں میں کبھی دیواروں کی سوراخوں میں کبھی زمین کے اندر بنایا کرتی ہیں اور ہر جگہ یکساں ڈسپلن اور نظام کے ساتھ ان کا کارخانہ چلتا رہتا ہے۔

(۸) نافرمان اور باغی مکھیوں کو ان کا ''یعسوب'' مناسب سزائیں بھی دیتا ہے یہاں تک کہ بعض کو قتل بھی کرا دیتا ہے اور سب کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے کبھی کوئی شہد کی مکھی کسی نجاست پر نہیں بیٹھ سکتی اور اگر کبھی کوئی بیٹھ جائے تو ان کا بادشاہ ''یعسوب'' اس کو سخت سزا دے کر چھتے سے نکال دیتا ہے۔

قرآن مجید نے اس شہد کی مکھیوں کے مسائل کا خطبہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(النحل رکوع ۹)

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہوں میں چل کہ تیرے لئے نرم و آسان ہیں۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ کی نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

درسِ ہدایت

. اللہ تعالیٰ نے شہد کو تمام بیماریوں کے لئے شفاء فرمایا ہے چنانچہ بعض امراض میں تنہا شہد سے

marfat.com

شفاء حاصل ہوتی ہے اور بعض امراض میں شہد کے ساتھ دوسری دواؤں کو ملا کر بیماریوں کا علاج کرتے ہیں جیسا کہ معجونوں اور جوارشوں اور طرح طرح کے شربتوں کے ذریعے تمام بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اور ان سب دواؤں میں شہد شامل کیا جاتا ہے اسی طرح شکنجبینوں میں بھی شہد ڈالی جاتی ہے جو پیٹ کے امراض کے لئے بے حد مفید ہے۔ بہر حال ہر مسلمان کو یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ شہد میں شفاء ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شہد کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ فیہ شفاء للناس ، یعنی اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۳) کھوسٹ عمر والا

انسان کی وہ طویل عمر جس میں انسان کے تمام قویٰ مضمحل اور بیکار ہو جاتے ہیں اور آدمی بالکل ہی ناقص القوۃ، کم عقل اور قلیل لفہم ہو کر بچپن کی ہیئت کے مثل عقل و دانائی اور ہوش و خرد سے عاری اور نسیان کے غلبہ سے سارا علم بھول جاتا ہے اور اٹھنے بیٹھنے، چلنے، پھرنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمر انسانی کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○

(النحل رکوع ۹)

اور اللہ نے تم لوگوں کو پیدا کیا۔ پھر وہی تمہاری جانیں قبض کرے گا اور تم میں سے کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد نہ جانے بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس ''اَرْذَلِ الْعُمُرِ'' کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔ تاریخی تجربہ ہے کہ بعض لوگ ساٹھ ہی برس کی عمر میں ایسے ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ ایک سو برس کی عمر پا کر بھی کھوسٹ عمر کی منزل میں نہیں پہنچے ہاں امام قتادہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ نوے برس کی عمر والے کے تمام قویٰ اور حواس عمل و تصرف سے ناکارہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہر قسم کی کمائی اور حج و جہاد وغیرہ کے قابل نہیں رہ جاتے اور یہ عمر اور اس کی کیفیات واقعی اس قابل ہیں کہ انسان اس سے خدا کی پناہ مانگے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سات چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اور یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

marfat.com

اللھم انی اعوذ بك من البخل والکسل وارذل العمر وعذاب القبر وفتنة الدجال وفتنة المحیا والممات .	اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی سے اور کاہلی سے اور کھوسٹ عمر سے اور قبر کے عذاب سے اور فتنہ دجال سے اور زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے۔

اسی لئے منقول ہے کہ مشہور بزرگ اور مستند عالم دین حضرت محمد بن علی واسطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی ذات کے لئے خاص طور پر یہ دعا مانگا کرتے تھے ۔

یارب لاتحینی الی زمن	اکون فیه کلا علی احد
خذ بیدی قبل ان اقول لمن	القاه عند القیام خذ بیدی

یعنی اے اللہ! مجھے اتنے زمانے تک زندہ مت رکھ کہ میں کسی پر بوجھ بن جاؤں تو اس سے قبل میری دست گیری فرمالے کہ میں ہر ملنے والے سے اٹھتے وقت یہ کہوں کہ تم میرا ہاتھ پکڑلو۔

حدیث شریف میں ہے اور بعض لوگوں نے اس کو حضرت عکرمہ کا قول بتایا ہے کہ جو شخص قرآن کو پڑھتا رہے گا وہ ارذل العمر (کھوسٹ عمر) کو نہ پہنچے گا اور ایسے ہی جو قرآن میں غور وفکر کرتا رہے گا اور قرآن پر عمل بھی کرتا رہے گا وہ بھی اس کھوسٹ عمر سے محفوظ رہے گا۔

(روح البیان ج ۵ ص ۵۵)

درسِ ہدایت:

زندگی اور موت اور کم یا زیادہ عمر یہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ واختیار میں ہے وہ جس کو چاہے کم عمر عطا فرمائے جس کو چاہے طویل عمر بخشے۔ کسی انسان کو ہرگز ہرگز اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ انسان کو چاہئے کہ بہر حال خداوند قدوس کی مرضی پر صابر وشاکر رہے ہاں البتہ یہ دعا مانگتا رہے کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کو نیکیوں میں گزارے اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے کیونکہ تھوڑی سی عمر ہے اور نیکیوں میں گزرے تو اس سے بڑا کوئی انعام نہیں اور عمر طویل پائے مگر حسنات اور نیکیوں میں نہ گزرے تو وہ لمبی عمر بہت بڑا خسارہ اور وبال ہے اور اس کا ہر وقت دھیان رکھے کہ کسی بوڑھے شخص کی بے ادبی نہ ہونے پائے بلکہ ہمیشہ بوڑھوں کا اعزاز واحترام پیش نظر رہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دربار رسالت میں فقر وفاقہ کی شکایت کی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا العلك

marfat.com

مشیت امام شیخ یعنی غالباً تم کسی بوڑھے آدمی کے آگے آگے چلے ہو گے یہ اسی کی نحوست ہے۔

(روح البیان ج ۵ ص ۶)

(۳۴) بے وقوف بڑھیا

مکہ مکرمہ میں ایک بڑھیا ریطہ بنت عمرو تھی جس کے مزاج میں وہم اور عقل میں فتور تھا۔ وہ روزانہ دو پہر تک محنت کر کے سوت کاتا کرتی تھی اور دو پہر کے بعد وہ کاتے ہوئے سوت کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی تھی اور اپنی باندیوں سے بھی توڑواتی تھی یہی روزانہ کا اس کا معمول تھا۔

(صاوی ج ۶ ص ۲۷۲)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں کھا کر یا اس کے نام پر لوگوں سے کوئی عہد کر کے اپنی قسموں اور عہدوں کو توڑ دیا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس دعوت سے تشبیہ دیتے ہوئے قسموں اور عہدوں کے توڑنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۔

(النحل رکوع ۱۱)

اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور قسموں کو مضبوط کر کے مت توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے بیشک اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے سوت کو مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا۔

درسِ ہدایت

ہر قسم کی بدعہدی اور عہد شکنی ممنوع اور شریعت میں گناہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بلا ضرورت اس کو توڑنا بھی جائز نہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اوفوا بالعقود یعنی اپنے عہدوں اور معاہدوں کو پورا کرو اور فرمایا کہ واحفظوا ایمانکم یعنی اپنی قسموں کی حفاظت کرو ہاں البتہ اگر کسی خلاف شرع بات کی قسم کھالی ہو تو ہرگز اس قسم پر اڑے نہیں رہنا چاہئے بلکہ لازم ہے کہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۳۵) حصور گاؤں کی بربادی

''حصور'' یمن کا ایک گاؤں تھا۔ اس گاؤں والوں کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو بھیجا جن کا نام موسیٰ بن میشا تھا جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پرپوتے تھے گاؤں والوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور پھر آپ کو قتل کر دیا اس ناجائز حرکت پر خدا کا قہر وغضب اور اس کا عذاب گاؤں والوں پر اتر پڑا۔ گاؤں والے طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہو گئے یہاں تک کہ ''بخت نصر'' کافر وظالم بادشاہ اس گاؤں پر مسلط ہو گیا اور اس نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ پورے گاؤں کے تمام مردوں کو قتل کر دیا اور سب عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈی بنالیا اور شہر کو تاخت وتاراج کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی جب شہر میں قتل عام شروع ہوا تو گاؤں والے بھاگنے لگے اس وقت فرشتوں نے بطور مذاق کے کہا کہ اے گاؤں والو! مت بھاگو اور اپنے گھروں میں اپنے مال و دولت کو لے کر آرام وچین کی زندگی بسر کرو کہاں بھاگ رہے ہو ٹھہرو! یہ انبیاء علیہم السلام کے خون ناحق کا بدلہ ہے جو تمہیں مل رہا ہے آسمان سے ملائکہ کی یہ آواز پورے گاؤں میں آتی رہی اور ''بخت نصر'' کے لشکروں کی تلواریں ان کے سر اڑاتی رہیں جب گاؤں والوں نے یہ منظر دیکھا تو اپنے گناہوں اور جرموں کا اقرار کرنے لگے مگر ان کی آہ وزاری اور گریہ وبے قراری نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا۔ گاؤں میں ہر طرف خون کی ندیاں بہہ گئیں اور اسرا گاؤں تہس نہس ہو گیا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کی ہلاکت وبربادی کی داستان کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ	اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ظالم تھیں
ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا	اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی تو جب انہوں
اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا	نے ہمارا عذاب دیکھا تو وہ اس سے بھاگنے لگے
هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا	(تو فرشتوں نے کہا) کہ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ ان
تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ	آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے
فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ۝	مکانوں میں جاؤ شاید تم سے لوگوں کو کچھ پوچھنا
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا	ہو تو وہ بولے ہائے رے! ہماری خرابی بیشک ہم

marfat.com

زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ○ (الانبیاء۱۱-۱۵)

ظالم تھے تو وہ لوگ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کاٹ کر بچھایا ہوا کھیت بنا دیا۔

اور بعض مفسرین کرام نے فرمایا کہ اس آیت میں گاؤں سے مراد گزشتہ ہلاک شدہ اُمتوں کے گاؤں ہیں۔ یعنی حضرت نوح و حضرت لوط و حضرت صالح و حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک و برباد کر دی گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(صاوی ج۲ ص۰۶)

درسِ ہدایت

حضرت انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و توہین اور ان کی ایذا رسانی و قتل یہ سب بڑے بڑے وہ جرم عظیم ہیں کہ خداوند قدوس کا عذاب ان لوگوں پر ضرور ہی آتا ہے چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ بہت سی بستیاں انہیں جرموں میں تباہ و برباد کر دی گئیں۔

(۳۶) حضرت ذوالکفل علیہ السلام

قرآن مجید میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر صرف دو سورتوں یعنی سورہ ''انبیاء'' اور سورہ ''ص'' میں کیا گیا ہے اور ان دونوں سورتوں میں صرف آپ کا نام مذکور ہے نام کے علاوہ آپ کے حالات کا مجمل یا مفصل کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ سورہ انبیاء میں ہے۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الانبیاء:۸۴)

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) یہ سب صبر والے تھے۔

اور سورہ ص میں اس طرح ارشاد ہوا کہ

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ○ (ص:۴۸)

اور یاد کرو اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل (کے واقعات) اور یہ سب نیکوکاروں میں سے ہیں۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید نے نام کے سوا کچھ نہیں بیان کیا ہے اسی طرح حدیثوں میں بھی آپ کا کوئی تذکرہ منقول نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے جو کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

marfat.com

البتہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے فرزند ہیں اور انہوں نے خالصاً لوجہ اللہ کسی کی ضمانت کرلی تھی جس کی وجہ سے ان کو کئی برس قید کی تکالیف برداشت کرنی پڑی۔ (موضح الفرقان سورۂ انبیاء)

اور بعض مفسرین نے تحریر فرمایا کہ حضرت ذوالکفل درحقیقت حضرت حزقیل علیہ السلام کا لقب ہے۔

اور زمانہ حال کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل ''گوتم بدھ'' کا لقب ہے اس لئے کہ اس کے دارالسلطنت کا نام 'کپل وستو' تھا جس کا معرب ''کفل'' ہے اور عربی میں ''ذو'' ''صاحب'' اور ''مالک'' کے معنی میں بولا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی ''کپل وستو'' کے مالک اور بادشاہ کو ذوالکفل کہا گیا ہے اور ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ''گوتم بدھ'' کی اصل تعلیم توحید اور حقیقی اسلام ہی کی تھی مگر بعد میں یہ دین دوسرے ادیان باطل کی طرح مسخ محرف ہوگیا مگر واضح رہے کہ زمانہ حال کے چند لوگوں کی یہ رائے کہ ''ذوالکفل'' ''گوتم بدھ'' کا لقب ہے میرے نزدیک یہ محض ایک خیال تک بندی ہے۔ تاریخی اور تحقیقی حیثیت سے اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ والسلام انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں اور بنی اسرائیل کے ان حالات وواقعات کے سوا جن کی تفصیلات قرآن مجید میں مختلف انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں آتی رہی ہیں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی خاص واقعہ ایسا درپیش نہیں ہوا جو عام تبلیغ وہدایت سے زیادہ اپنے اندر عبرت وموعظت کا پہلو رکھتا ہو۔ اس لئے قرآن مجید نے فقط ان کے نام ہی کے ذکر پر اکتفا کیا اور حالات وواقعات کا ذکر نہیں فرمایا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۷) نہریں اٹھالی جائیں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نہروں کو جنت سے جاری فرمایا ہے۔ (۱) جیحون (۲) سیحون (۳) دجلہ (۴) فرات (۵) نیل۔ یہ پانچوں ندیاں ایک ہی چشمہ سے جاری ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جنت کے اس چشمہ کو پہاڑوں کے اندر امانت رکھ دیا ہے اور پہاڑوں سے ان نہروں کو زمین پر جاری فرمادیا ہے جس سے لوگ

marfat.com

طرح طرح کے فوائد حاصل کررہے ہیں جب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجے گا اور وہ چھ چیزوں کو زمین سے اٹھالے جائیں گے۔ (۱) قرآن مجید (۲) تمام علوم (۳) حجراسود (۴) مقام ابراہیم (۵) موسیٰ علیہ السلام کا تابوت (۶) مذکورہ بالا پانچویں نہریں۔ اور جب یہ چھ چیزیں زمین سے اٹھائی جائیں گی تو دین ودنیا کی برکتیں روئے زمین سے اٹھ جائیں گی اور لوگ ان برکتوں سے بالکل محروم ہوجائیں گے۔

(صاوف ج۳ص۳۹)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ (المومنون:۱۸)

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازے۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔

اس آیت میں وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ کا یہی مطلب ہے کہ ان پانیوں اور نہروں کو ایک وقت ہم اٹھا کر جہاں سے ہم نے اتارا ہے وہاں پہنچادیں گے اور زمین سے یہ سب ناپید ہوجائیں گے۔

درسِ ہدایت

تو بندوں پر لازم ہے کہ خداوند قدوس کی ان نعمتوں کی شکرگزاری کے ساتھ حفاظت کریں اور ہرگز ہرگز پانی کو بے کار ضائع نہ کریں اور ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں کہ کہیں یہ نعمت ہم سے سلب نہ کرلی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۸) تخلیق انسانی کے مراحل

اللہ تعالیٰ بڑا قادر وقیوم ہے اگر وہ چاہے تو ایک لحہ میں ہزاروں انسانوں کو پیدا فرمادے مگر وہ قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ کے باوجود اپنی حکمت کاملہ سے انسانوں کو بتدریج شرف وجود بخشتا ہے۔ چنانچہ نطفہ ماں کی بچہ دانی میں پہنچ کر طرح طرح کی کیفیات اور قسم قسم کے تغیرات سے ایک خاص قسم کا مزاج حاصل کرکے جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر وہ جما ہوا خون گوشت کی ایک بوٹی

marfat.com

بن جاتا ہے پھر گوشت کی بوٹی ہڈیاں بن جاتی ہیں پھران ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے اور پورا جسم تیار ہو جاتا ہے پھراس میں روح ڈالی جاتی ہے اور یہ بے جان بدن جاندار ہو جاتا ہے اور اس میں نطق اور سمع و بصر وغیرہ کی مختلف طاقتیں ودیعت رکھی جاتی ہیں پھر ماں اس بچہ کو جنتی ہے اس طرح مختلف منازل و مراحل کو طے کر کے ایک انسان بتدریج عالم وجود میں آتا ہے چنانچہ قرآن مجید نے تخلیق انسانی کے ان مراحل کا نقشہ ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے کہ

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ(

(المومنون رکوع ۱)

پھر ہم نے انسان کو ایک پانی کی بوند بنایا ایک مضبوط ٹھہراؤ (بچہ دانی) میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا۔ پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا۔ پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا کر پھران ہڈیوں کو گوشت پہنا دیا پھر اسے ایک دوسری صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ سب سے بہتر پیدا فرمانے والا۔

درسِ ہدایت

تخلیق انسانی کے ان مختلف مراحل سے گزرنے میں خداوند قدوس کی کون کون سی حکمتیں اور کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں؟ ان کو بھلا ہم عام انسان کیا اور کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟ لیکن کم سے کم ہر انسان کے لئے اس میں عبرتوں اور نصیحتوں کے بہت سے سامان ہیں تا کہ انسان یہ سوچتا رہے اور کبھی اس سے غافل نہ رہے کہ میں اصل میں کیا تھا اور خداوند قدوس نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا یہ غور کر کے خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان لائے اور کبھی فخر و تکبر اور خودنمائی کو اپنے قریب نہ آنے دے اور یہ سوچ کر کہ میں نطفہ کی ایک بوند سے پیدا ہوا ہوں ہمیشہ عاجزی و فروتنی کے ساتھ منکسر المزاج بن کر زندگی بسر کرے اور یہ سوچ کر قیامت پر بھی ایمان لائے کہ جس خدا نے مجھے ایک بوند نطفہ کے پانی سے انسان بنا دیا وہ بلاشبہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ مجھے زندہ کر کے میرے اعمال نیک و بد کا حساب لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۳۹) مبارک درخت

قرآن مجید میں مبارک درخت سے مراد ''زیتون'' کا درخت ہے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد یہ سب سے پہلا درخت ہے جو زمین پر اُگا اور سب سے پہلے جہاں اُگا وہ کوہ طور ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہمکلام ہوئے۔ زیتون کے درخت کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا کہ تین ہزار برس تک یہ درخت باقی رہتا ہے۔ (صاوی ج ۳ ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ زیتون میں بہت سے فوائد اور منفعتیں ہیں۔ اس کے تیل سے چراغ جلایا جاتا ہے اور یہ بطور سالن کے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو سر اور بدن پر مالش بھی کرتے ہیں اور یہ چمڑے کی دباغت میں بھی کام آتا ہے اور اس سے آگ بھی جلاتے ہیں اور اس کا کوئی جزو بھی بیکار نہیں یہاں تک کہ اس کی راکھ سے ریشم دھو کر صاف کیا جاتا ہے اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مکانوں اور مقدس زمینوں میں اُگتا ہے اور اس کے لئے ستر انبیاء کرام نے برکت کی دعائیں مانگی ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعاؤں سے بھی یہ درخت سرفراز ہوا ہے۔ (صاوی ج ۳ ص ۵۱۱)

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک درخت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ○ (المومنون:۲۰)	اور ہم نے وہ درخت پیدا کیا کہ وہ طور سیناء سے نکلتا ہے اور تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن لے کر اگتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور:۳۵)	اور چراغ روشن کیا جاتا ہے برکت والے درخت زیتون سے جو نہ پورب کا ہے نہ پچھم کا۔

درسِ ہدایت

زیتون ایک بڑی برکتوں والا درخت ہے یوں تو ہر جگہ یہ درخت بغیر کسی محنت اور پرورش کے ہوتا ہے لیکن خاص طور پر ملک شام اور عام طور پر ملک عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے اور ان مقامات پر اس کا تیل بھی لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں گوشت

marfat.com

اور مچھلی بھی اسی تیل میں تل کر لوگ کھاتے ہیں اس کے تیل کو عربی میں ''زیت'' کہتے ہیں اور یہ تیل بیچنے والا ''زیات'' کہلاتا ہے اگر مل سکے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ تبرکاً اس کا استعمال کریں کیونکہ قرآن میں اس کو مبارک درخت فرمایا گیا ہے اور ستر انبیاء کرام نے اس میں برکت کے لئے دعائیں فرمائی ہیں لہٰذا اس کے بابرکت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور جب بابرکت چیز ہے تو اس میں یقیناً فوائد ومنافع بھی بہت زیادہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۰) اصحاب الرس کون ہیں؟

''رس'' لغت میں پرانے کنوئیں کے معنی میں آیا ہے اس لئے ''اصحاب الرس'' کے معنی ہوئے ''کنوئیں والے'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''اصحاب الرس'' کے نام سے ایک قوم کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اس کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا کہ

وَعَادًا وَّثَمُوْدَ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝

اور عاد اور ثمود اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیانی زمانہ کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور ہم نے ہر ایک کے واسطے مثالیں بیان کیں اور ہم نے ان کو سب تباہ کر کے مٹا دیا۔ (الفرقان: ۳۸،۳۹)

اور سورۂ ق میں ہلاک شدہ قوموں کی فہرست بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا کہ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ (ق: ۱۲-۱۴)

ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود وعاد و فرعون و برادران لوط و اصحاب ایکہ اور تبع کی قوم ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان سبھوں پر میرا عذاب لازمی طور پر آ گیا۔

''اصحاب الرس'' کون تھے اور کہاں رہتے تھے؟ اس بارے میں مفسرین کے اقوال اس قدر مختلف ہیں کہ حقیقت حال بجائے منکشف ہونے کے اور زیادہ مستور ہو گئی ہے بہر حال ہم مختصراً چند

marfat.com

اقوال یہاں ذکر کر کے ایک اپنی بھی پسندیدہ بات تحریر کرتے ہیں۔

قول اول:۔ علامہ ابن جریر کی رائے یہ ہے کہ رس کے معنی غار کے بھی آتے ہیں اس لئے ''اصحاب الاخدود'' (گڈھے والوں) ہی کو ''اصحاب الرس'' بھی کہتے ہیں۔

قول دوم:۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس قول کو حق بتایا ہے کہ ''اصحاب الرس'' قوم عاد سے بھی صدیوں پہلے ایک قوم کا نام ہے یہ لوگ جس جگہ آباد تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان کو مبعوث فرمایا تھا اس سرکش قوم نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی اور کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا جس کی سزا میں پوری قوم عذاب الٰہی سے ہلاک و برباد ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر سورۂ فرقان و تاریخ ابن کثیر ج ۱)

قول سوم:۔ ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ آذربائی جان کے قریب ایک کنواں تھا۔ اس کنوئیں کے قریب جو قوم آباد تھی اس نے اپنے نبی کو کنوئیں میں ڈال کر زندہ دفن کر دیا تھا اس لئے ان لوگوں کو ''اصحاب الرس'' کہا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر سورۂ فرقان و تاریخ ابن کثیر ج ۱)

قول چہارم: قتادہ کہتے ہیں کہ ''یمامہ'' کے علاقہ ''فلج'' نامی ایک بستی تھی۔ ''اصحاب الرس'' وہیں آباد تھے اور یہ وہی قوم ہے جس کو قرآن مجید میں ''اصحاب القریہ'' بھی کہا گیا ہے اور یہ مختلف نسبتوں سے پکارے جاتے ہیں۔

قول پنجم: ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ نقاش اور سہیلی کہتے ہیں کہ ''اصحاب الرس'' کی آبادی میں ایک بہت بڑا کنواں تھا جس کا پانی وہ لوگ پیتے بھی تھے اور اس کے اپنے کھیتوں کی آبپاشی بھی کرتے تھے ان لوگوں نے گمراہ ہو کر اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا تھا اس جرم میں عذاب الٰہی اتر پڑا اور یہ پوری قوم ہلاک و برباد ہوگئی۔

قول ششم:۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان اول الناس یدخل الجنة یوم القیمة العبد الاسود۔ یعنی جنت میں سب پہلے جو شخص داخل ہوگا وہ ایک کالا غلام ہوگا۔

اور یہ اس لئے کہ ایک بستی میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا مگر ایک کالے غلام کے سوا کوئی ان پر ایمان نہیں لایا۔ پھر اہل شہر نے اس نبی کو ایک کنوئیں میں ڈال کر کنوئیں کے منہ کو ایک بہت بھاری پتھر سے بند کر دیا تا کہ کوئی کھول نہ سکے مگر یہ سیاہ فام غلام روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا

marfat.com

اوران کوفروخت کر کے کھانا خریدتا اور کنوئیں پر پہنچ کر پتھر اٹھاتا اور نبی کی خدمت میں کھانا پیش کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس غلام پر جنگل میں نیند طاری کر دی اور یہ چودہ سال تک سوتا ہی رہ گیا اس درمیان میں قوم کا دل بدل گیا اوران لوگوں نے نبی کو کنوئیں میں سے نکال کر توبہ کر لی اور ایمان قبول کر لیا پھر چند دنوں کے بعد نبی کی وفات ہوگئی۔ چودہ سال کے بعد جب کالے غلام کی آنکھ کھلی تو اس نے سمجھا کہ میں چند گھنٹے سویا ہوں۔ جلدی جلدی لکڑیاں کاٹ کر وہ شہر میں پہنچا تو یہ دیکھا کہ شہر کے حالات بدلے ہوئے ہیں۔ دریافت کیا تو سارا قصہ معلوم ہوا اور اسی غلام کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلے ایک کالا غلام جائے گا۔

(مروج الذہب ص ۶۸)

قول ہفتم: مشہور مورخ علامہ مسعودی بیان کرتے ہیں کہ ''اصحاب الرس'' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ دو قبیلے تھے۔ ''قیدما'' (قیدماہ) اور دوسرا (یامین) یا'' رعویل'' اور یہ دونوں قبیلے یمن میں آباد تھے۔ (ارض القرآن ج ۲ ص ۶۵)

قول ہشتم:۔ مصر کے ایک عالم فرج اللہ ذکی کروی کہتے ہیں کہ لفظ ''رس'' ''ارس'' کا مخفف ہے اور یہ شہر قفقاز کے علاقہ میں واقع ہے اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث فرمایا جن کا نام ابراہیم زردشت تھا انہوں نے اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دی مگر ان کی قوم نے سرکشی اور بغاوت اختیار کی چنانچہ یہ قوم عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی۔

''اصحاب الرس'' کے بارے میں یہ آٹھ اقوال ہیں جن میں سے بھی اقوال معرض بحث میں ہیں اور لوگوں نے ان اقوال وروایات پر کافی ردوقدح کیا ہے جن کی تفصیلات کو ذکر کر کے ہم اپنی مختصر کتاب کو طول دینا پسند نہیں کرتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''اصحاب الرس'' کے بارے میں قرآن مجید سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کا وجود یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہو گزرا ہے اب رہا یہ فیصلہ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کے زمانہ کی کسی قوم کا تذکرہ ہے یا کسی قدیم العہد قوم کا ذکر ہے تو قرآن مجید نے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا ہے اور مذکورہ بالا تفسیری روایتوں سے اس کا قطعی فیصلہ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۴۱) اصحاب ایکہ کی ہلاکت

''ایکہ'' جھاڑی کو کہتے ہیں ان لوگوں کا شہر سرسبز جنگلوں اور ہرے بھرے درختوں کے درمیان تھا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے ''اصحاب ایکہ'' کے سامنے جو وعظ فرمایا وہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا آپ نے فرمایا کہ

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّی لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ وَمَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ○ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ○ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ○ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ○ وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ رَبِّیْ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

(شعراء: ۱۷۷-۱۸۹)

جب ان سے شعیب نے فرمایا: کیا تم لوگ ڈرتے نہیں بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس (ہدایت) پر تم لوگوں سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو وہی دے گا جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ ناپ پورا دو اور ناپ تول گھٹانے والوں میں سے مت ہو جاؤ اور درست ترازو سے تولو اور لوگوں کو چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے (یہ وعظ سن کر) وہ لوگ بولے کہ (اے شعیب) تم پر جادو کر دیا گیا ہے اور تم تو ہمارے ہی جیسے ایک آدمی ہو اور یقیناً ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میرا رب خوب جانتا ہے تمہارے کرتوت کو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلا دیا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

marfat.com

خلاصہ یہ کہ ''اصحاب ایکہ'' نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مصلحانہ تقریر کو سن کو بدزبانی کی اور اپنی سرکشی اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کو جھٹلا دیا اور یہاں تک اپنی سرکشی کا اظہار کیا کہ پیغمبر سے یہ کہہ دیا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو۔

اس کے بعد اس قوم پر خداوند قہار و جبار کا قاہرانہ عذاب آ گیا وہ عذاب کیا تھا؟ سنئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جس سے پوری آبادی میں شدید گرمی اور لو کی حرارت و تپش پھیل گئی اور بستی والوں کا دم گھٹنے لگا تو وہ لوگ اپنے گھروں میں گھسنے لگے اور اپنے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کرنے لگے مگر پانی اور سایہ سے انہیں کوئی چین اور سکون نہیں ملتا تھا اور گرمی کی تپش سے ان کے بدن جھلسے جا رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی بھیجی جو شامیانے کی طرح پوری بستی پر چھا گئی اور اس کے اندر ٹھنڈک اور فرحت بخش ہوا تھی یہ دیکھ کر سب گھروں سے نکل کر اس بدلی کے شامیانے میں آ گئے جب تمام آدمی بدلی کے نیچے آ گئے تو زلزلہ آیا اور آسمان سے آگ برسی جس میں سب کے سب ٹڈیوں کی طرح تڑپ تڑپ کر جل گئے۔ ان لوگوں نے اپنی سرکشی سے یہ کہا تھا کہ اے شعیب! ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو چنانچہ وہی عذاب اس صورت میں اس سرکش قوم پر آ گیا اور سب کے سب جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۵۰)

ایک ضروری توضیح

واضح رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ایک قوم ''مدین'' دوسرے ''اصحاب ایکہ'' ان دونوں قوموں نے آپ کو جھٹلا دیا اور اپنے طغیان و عصیان کا مظاہرہ اور اپنی سرکشی کا اظہار کرتے ہوئے ان دونوں قوموں نے آپ کے ساتھ بے ادبی اور بدزبانی کی اور دونوں قوم میں عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی۔ ''اصحاب مدین'' پر تو یہ عذاب آیا کہ فاخذتهم الصيحة یعنی حضرت جبرائیل کی چیخ اور چنگھاڑ کی ہولناک آواز سے زمین دہل گئی اور لوگوں کے دل خوف دہشت سے پھٹ گئے اور سب دم زدن میں موت کے گھاٹ اتر گئے۔

اور ''اصحاب ایکہ'' عذاب الظلة سے ہلاک کر دیئے گئے جس کا تفصیلی بیان ابھی ابھی

marfat.com

آپ پڑھ چکے۔(صاوی ج ۳ ص ۱۵۰)

(۴۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن ہی سے فرعون کے محل میں پلے بڑھے مگر جب جوان ہو گئے تو فرعون اور اس کی قوم قبطیوں کے مظالم دیکھ کر بیزار ہو گئے اور فرعونیوں کے خلاف آواز بلند کرنے لگے۔ اس پر فرعون اور اس کی قوم جو ''قبطی'' کہلاتے تھے آپ کے دشمن بن گئے اور آپ فرعون کا محل بلکہ اس کا شہر چھوڑ کر اطراف میں چھپ کر رہنے لگے۔ ایک دن جب شہر والے دوپہر میں قیلولہ کر رہے تھے تو آپ چپکے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اس شہر کا نام ''منف'' تھا جو مصر کے حدود میں واقع ہے اور ''منف'' دراصل ''مافہ'' تھا۔ جو عربی میں ''منف'' ہو گیا اور بعض کا قول ہے کہ یہ شہر ''عین الشمس'' تھا اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ شہر ''حامین'' تھا جو مصر سے دو کوس دور ہے۔ (جمل و خازن یا ''ام خنان'' یا مصر تھا۔ (صاوی ج ۳ ص ۶۷۱)

جب آپ شہر میں پہنچے تو یہ دیکھا کہ ایک شخص آپ کی قوم کا اسرائیلی اور ایک شخص فرعون کی قوم کا قبطی دونوں لڑ جھگڑ رہے ہیں اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کر کے مدد مانگی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ایک گھونسہ مار دیا جس سے اس کا دم نکل گیا۔ اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ خدا سے استغفار کرنے لگے۔ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ کسی اسرائیلی نے ہمارے ایک قبطی کو مار ڈالا ہے اس پر فرعون نے قاتل اور گواہوں کی تلاش کا حکم دیا۔ فرعونی چاروں طرف گشت کرتے پھرتے تھے مگر کوئی سراغ نہیں ملتا تھا۔ رات بھر صبح تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فکر مند رہے کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس کی قوم کے لوگ کیا کریں گے؟ دوسرے روز جب موسیٰ علیہ السلام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ وہی اسرائیلی جس نے ایک دن پہلے آپ سے مدد طلب کی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے تو آپ نے اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو روز روز لوگوں سے لڑتا ہے۔ اپنے کو بھی پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی فکر میں مبتلا کرتا ہے لیکن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی پر رحم آ گیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے ظلم سے بچائیں تو اسرائیلی بولا کہ اے موسیٰ! کیا تم

marfat.com

مجھے بھی ایسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ کیا تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح چاہتے ہی نہیں۔ اتنے میں شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور یہ خبر دی کہ دربار فرعون کے قبطی آپس میں آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا آپ شہر سے نکل جایئے۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں تو آپ ڈرتے ہوئے شہر کے باہر نکل گئے اور اس انتظار میں رہے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچا لے۔ یہ دعا مانگ کر آپ ہجرت کر کے مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کو پناہ دی اور پھر اپنی ایک صاحبزادی بی بی صفوراء سے آپ کا نکاح بھی کر دیا۔

(قرآن مجید سورۂ قصص رکوع ۲)

جس شخص نے شہر کے کنارے سے دوڑتے ہوئے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کے قتل کا منصوبہ تیار ہونے کی خبر دی اور ہجرت کا مشورہ دیا وہ فرعون کے چچا کا لڑکا تھا جس کا نام حزقیل یا شمعون یا سمعان تھا۔ یہ خاندان فرعون میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا۔

(صاوی ج ۳ ص ۷۷۱)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے علماء حق کو عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام راہ تبلیغ میں کیسے کیسے حادثات سے دوچار ہوئے مگر صبر و استقامت کا دامن ان حضرات کے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا یہاں تک کہ نصرت خداوندی نے ان حضرات کی ایسی دستگیری فرمائی کہ یہ حضرات کامیاب ہو کر رہے اور ان کے دشمنوں کو ہزیمت اور ہلاکت نصیب ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۳) مکڑی کا گھر

کفار نے بتوں کو معبود بنا کر ان کی امداد و اعانت اور نصرت و نفع رسانی پر جو اعتماد اور بھروسہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس حماقت مآبی کے اظہار اور ان کی خود فریبیوں کا پردہ

marfat.com

چاک کرنے کے لئے ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے جو بہت زیادہ عبرت خیز اور اعلیٰ درجے کی نصیحت آموز ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(العنکبوت:۴۱)

ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا بتوں کو اپنا مالک بنا لیا ہے مکڑی کی طرح ہے کہ اس نے جالے کا گھر بنایا ہے اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ جان لیتے۔

مطلب یہ ہے کہ مکڑی جالے کا گھر بنا کر اپنے خیال میں مگن رہتی ہے کہ میں مکان میں بیٹھی ہوئی ہوں مگر اس کے مکان کا یہ حال ہے کہ وہ نہ دھوپ سے بچا سکتا ہے نہ بارش سے نہ گرمی سے محفوظ رکھ سکتا ہے نہ سردی سے حفاظت کر سکتا ہے اور ہوا کے ایک معمولی جھونکے سے تہس نہس ہو کر برباد ہو جایا کرتا ہے یہی حال کفار کا ہے کہ ان لوگوں نے بتوں کو اپنے نفع و نقصان کا مالک بنا لیا ہے اور ان بتوں کی امداد و نصرت پر اعتماد اور بھروسہ کر رکھا ہے حالانکہ بتوں سے ہرگز ہرگز کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچ سکتا اور کافروں کا بتوں پر اعتماد اتنا ہی کمزور سہارا ہے جتنا کہ مکڑی کا جالا کمزور ہوتا ہے کاش کفار اس بات کو سمجھ لیتے تو یہ ان کے حق میں بہت ہی اچھا ہوتا۔

مکڑی

مکڑی ایک عجیب الخلقت جانور ہے اس کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں یہ بہت ہی قناعت پسند جانور ہے مگر خدا کی شان کہ سب سے حریص جانور یعنی مکھی اور مچھر اس کی غذا ہیں۔ مکڑی کئی کئی دنوں تک بھوکی پیاسی بیٹھی رہتی ہے مگر اپنے جالے سے نکل کر غذا تلاش نہیں کرتی جب جالے کے اندر کوئی مکھی یا مچھر پھنس جاتا ہے تو یہ اس کو کھا لیتی ہے ورنہ صبر و قناعت کر کے پڑی رہتی ہے۔

مکڑی کے فضائل میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہجرت کے وقت جب رسول اکرم ﷺ غار ثور میں تشریف فرما تھے تو مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے تھے جس کو دیکھ کر کفار واپس لوٹ گئے کہ اگر غار میں کوئی شخص گیا ہوتا تو مکڑی کا

marfat.com

جالا اور انڈا ٹوٹ گیا ہوتا۔ (صاوی ج ۳ ص ۷۹۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے گھروں سے مکڑیوں کے جالوں کو دور کرتے رہو کہ یہ مفلسی اور ناداری کا باعث ہوتے ہیں۔ (خزائن العرفان ص ۶۷۴)

(۴۴) حضرت لقمان حکیم

حضرت لقمان کی مدح وثنا اور ان کی بعض نصیحتوں کا تذکرہ قرآن میں بڑی عظمت شان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور انہیں کے نام پر قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ''سورۃ لقمان'' رکھا گیا۔

محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے لقمان بن باعور بن باجور بن تارخ۔ یہ تارخ وہی ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد ہیں اور بعض مورخین نے فرمایا کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور بعض کا قول ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت لقمان نے ایک ہزار برس کی عمر پائی یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر ان سے علم سیکھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے آپ بنی اسرائیل کے مفتی تھے مگر جب حضرت داؤد علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہو گئے تو آپ نے فتویٰ دینا ترک کر دیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت لقمان نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ہزار نبیوں کی خدمت میں حاضری دی ہے اور ان پیغمبروں کے مقدس کلاموں میں سے آٹھ باتوں کو میں نے چن کر یاد کر لیا ہے جو یہ ہیں۔

(۱) جب تم نماز پڑھو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔
(۲) جب تم کھانا کھاؤ تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔
(۳) جب تم کسی غیر کے مکان میں رہو تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔
(۴) جب تم لوگوں کی مجلس میں رہو تو اپنی زبان کی حفاظت رکھو۔
(۵) اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھو۔ (۶) اپنی موت کو ہمیشہ یاد کرتے رہا کرو۔
(۷) اپنے احسانوں کو بھلا دو۔ (۸) دوسروں کے ظلم کو فراموش کر دو۔

marfat.com

حضرت عکرمہ اور امام شعبی کے سوا جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آپ نبی نہیں تھے بلکہ آپ حکیم تھے اور بنی اسرائیل کے نہایت ہی بلند مرتبہ' صاحب ایمان اور بہت ہی نامور مرد صالح تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو حکمتوں کا خزینہ بنا دیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ (لقمان رکوع ۲)

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا ہوا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام عمر بھر لوگوں کو نصیحتیں فرماتے رہے تفسیر فتح الرحمٰن میں ہے کہ آپ کی قبر مقام ''صرفند'' میں ہے ''رملہ'' کے قریب ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ کی قبر ''رملہ'' میں مسجد اور بازار کے درمیان میں ہے اور اس جگہ ستر انبیاء علیہم السلام بھی مدفون ہیں جن کو آپ کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس سے نکال دیا تھا اور یہ لوگ بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر وفات پا گئے تھے۔ آپ کی قبر پر ایک بلند نشان ہے اور لوگ اس قبر کی زیارت کے لئے دور دور سے جایا کرتے ہیں۔ (روح البیان ج ۷ ص ۷۷ وصاوی ج ۳ ص ۱۲)

حکمت کیا ہے؟

''حکمت'' عقل و فہم کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے ''حکمت'' معرفت اور اصابت فی الامور کا نام ہے اور بعض کے نزدیک حکمت ایک ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے دل میں یہ رکھ دیتا ہے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ مختلف اقوال ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو نیند کی حالت میں اچانک حکمت عطا فرما دی تھی۔ بہر حال نبوت کی طرح حکمت بھی ایک وہبی چیز ہے کوئی شخص اپنی جدوجہد اور کسب سے حکمت حاصل نہیں کر سکتا جس طرح کہ بغیر خدا کے عطا کئے کوئی شخص اپنی کوششوں سے نبوت نہیں پا سکتا یہ اور بات ہے کہ نبوت کا درجہ حکمت کے مرتبے سے بہت اعلیٰ اور بلند تر ہے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۵۷)

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو جن کا نام ''انعم'' تھا چند نصیحتیں فرمائی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ لقمان میں ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری نصیحتیں آپ نے فرمائی ہیں جو

marfat.com

تفاسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

مشہور ہے کہ آپ درزی کا پیشہ کرتے تھے اور بعض نے کہا آپ بکریاں چراتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ حکمت کی باتیں بیان کررہے تھے تو کسی نے کہا کہ کیا تم فلاں چرواہے نہیں ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں میں یقیناً وہی چرواہا ہوں تو اس نے کہا کہ آپ حکمت کے اس مرتبہ پر کس طرح فائز ہوگئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ باتوں میں سچائی اور امانتوں کی ادائیگی اور بیکار باتوں سے پرہیز کرنے کی وجہ سے۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۱۲)

(۴۵) امانت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امانت کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ	بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ	زمینوں اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے
يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا	اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور
الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝	آدمی نے اس کو اٹھا لیا بیشک وہ اپنی جان کو
لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ	مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے تاکہ اللہ
وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ	عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور
اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ	مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور تاکہ اللہ توبہ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں
(الاحزاب رکوع ۹)	کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وہ امانت جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تو ان سبھوں نے خوف الٰہی سے ڈر کر اس امانت کو قبول کرنے سے انکار کردیا لیکن انسان نے امانت کے اس بوجھ کو اٹھالیا۔ سوال یہ ہے کہ وہ امانت درحقیقت کیا چیز تھی؟ تو اس کے بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں مگر حضرت علامہ احمد صاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس امانت کی سب سے بہترین تفسیر یہ ہے کہ وہ امانت شرعی پابندیوں کی ذمہ داری ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شریعت کی پابندیوں کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں

marfat.com

کے روبرو پیش فرمایا تو ان تینوں نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! ہمیں اس بارگراں کے اٹھانے میں کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم ان احکام شریعت کی پابندی کرو گے تو تمہیں بہترین صلہ وانعام عطا کیا جائے گا تو تینوں نے جواب میں عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ہم تو بہر حال تیرے حکم کے فرماں بردار ہیں باقی ثواب وعذاب سے ہمیں کوئی مطلب نہیں ہے لیکن خوف الٰہی سے ڈر کر کانپتے ہوئے ان تینوں نے اس امانت کو قبول کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش فرمایا تو آپ نے بھی دریافت کیا کہ اس امانت کی ذمہ داری قبول کر لینے سے ہمیں کیا ملے گا؟ تو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اچھی طرح اس کی پابندی کرو گے تو تمہیں بڑے بڑے انعام واکرام سے نوازا جائے گا اور اگر تم نے نافرمانی کی تو طرح طرح کے عذابوں میں تمہیں گرفتار کیا جائے گا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس بار امانت کو اٹھا لیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم میں اس سلسلے میں تیری مدد کروں گا۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۳۶)

درسِ ہدایت

ابلیس نے سجدہ آدم علیہ السلام کے بارے میں خدا کا حکم ماننے سے انکار کیا تو وہ راندۂ درگاہ الٰہی ہو کر دونوں جہان میں مردود ہو گیا مگر آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے امانت کو اٹھانے کے بارے میں حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا تو وہ بالکل معتوب نہیں ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اس کا راز کیا ہے تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ابلیس کے انکار اور آسمانوں وغیرہ کے انکار میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ ابلیس کا انکار بطور استکبار (تکبر) تھا اور آسمانوں وغیرہ کا انکار بطور استصغار (تواضع) تھا۔ یعنی ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر سجدہ آدم علیہ السلام کو کرنے سے انکار کیا تھا اور آسمانوں وغیرہ نے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھ کر بار امانت اٹھانے سے انکار کیا تھا اور ظاہر ہے کہ تکبر وہ گناہ عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اور تواضع وہ پیاری ادا ہے جو خداوند قدوس کو بے حد محبوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس انکار کر کے عذاب دارین کا حقدار بن گیا اور آسمان وزمین وغیرہ انکار کر کے مورد عتاب بھی نہیں ہوئے بلکہ خدا کے رحم وکرم کے مستحق ہو گئے۔

اللہ اکبر! کہاں استکبار؟ اور کہاں استصغار؟ کہاں تکبر؟ اور کہاں تواضع؟ کہاں اپنے لو بڑا

marfat.com

سمجھنا؟ اور کہاں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا دونوں میں بہت عظیم فرق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر سے بچائے اور تواضع کا خوگر بنائے (آمین) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۶) جن اور جانور فرماں بردار

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ اور ان کی سلطنت کا ایک خصوصی امتیاز یہ ہے کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے اور سب آپ کے حاکمانہ اقتدار کے زیر حکم تھے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ دربار خداوندی میں یہ دعاء کی تھی کہ

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (ص رکوع ۳)

عرض کی اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کے لئے بھی میسر نہ ہو بیشک تو بہت عطا فرمانے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مقبول فرمالی اور آپ کو ایسی عجیب وغریب حکومت اور بادشاہی عطا فرمالی کہ نہ آپ سے پہلے کسی کو ملی نہ آپ کے بعد کسی کو میسر ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ گزشتہ رات ایک سرکش جن نے یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے تو خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون میں باندھ دوں تا کہ تم اس کو دن میں دیکھ سکو مگر اس وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی کہ "وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ" یہ یاد آتے ہی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

(بخاری کتاب الانبیاء وفتح الباری ج ۶ ص ۶۵۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کے خصائص ومعجزات اور خصوصی امتیازات وکمالات مجھ میں جمع فرما دیئے ہیں اس لئے قوم جن کی تسخیر پر بھی مجھے کو قدرت حاصل ہے لیکن چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا خصوصی طرۂ امتیاز قرار دیا ہے اس لئے میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا قرآن کریم کی حسب ذیل آیتوں میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معجزانہ اقتدار

marfat.com

حکومت کا تذکرہ ہے۔

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ (الانبیاء رکوع ۶)

اور شیطان (سرکش جنوں) میں سے وہ جو اس (سلیمان علیہ السلام) کے لئے غوطے لگاتے اور بیش قیمت سمندری سامان نکالتے اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے کام انجام دیتے اور ہم ان کے نگراں اور نگہبان ہیں۔

اسی طرح سورۂ ''سبا'' میں ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ (السبا: ۱۲، ۱۳)

اور جنوں میں سے وہ تھے جو ان کی خدمت انجام دیتے تھے ان کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ہمارے حکم کے خلاف کجروی کرے ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے وہ (جن) ان کے لئے بناتے تھے وہ جو چاہتے تھے محرابیں اور تصویریں اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کے مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔

اور سورۂ نمل میں یہ فرمایا کہ

۳- وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ (النمل: ۱۷)

اور اکٹھے کیے گئے سلیمان علیہ السلام کے لئے ان کے لشکر جنوں میں سے انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے اور وہ درجہ بدرجہ کھڑے کئے جاتے ہیں۔

اور سورۂ ص میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ

۴- وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (ص: ۳۷-۳۹)

اور مسخر کر دیئے سلیمان علیہ السلام کے لئے شیاطین (سرکش جن) ہر قسم کے کام کرنے والے عمارت بنانے والے اور دریا میں غوطہ لگانے والے اور وہ (سرکش جن) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یہ ہماری عطا ہے چاہے اس کو بخش دو چاہے روکے رکھو اس کا کوئی محاسبہ

marfat.com

نہیں ہوگا۔

درسِ ہدایت

بعض ملحدین جن کو معجزات کے انکار اور انکار جن کا مرض ہو گیا ہے وہ لوگ ان آیتوں کے بارے میں عجیب عجیب مضحکہ خیز باتیں بکتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''جن'' سے مراد انسانوں کی ایک ایسی قوم ہے جو اس زمانے میں بہت قوی ہیکل اور دیو پیکر تھی اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی اور حیوانات کی تسخیر کے بارے میں یہ بکتے ہیں کہ قرآن میں اس سلسلے کا ذکر صرف ''ہدہد'' سے متعلق ہے اور یہاں ہدہد سے پرند مراد نہیں بلکہ ہدہد ایک آدمی کا نام تھا جو پانی کی تفتیش پر مقرر تھا۔

اس قسم کی لغویات اور رکیک باتیں کرنے والے یا تو جذبہ الحاد میں قصداً قرآن مجید کی تحریف کرتے ہیں یا قرآن کی تعلیمات سے جاہل ہونے کے باوجود اپنے دعویٰ بلا دلیل پر اصرار کرتے رہتے ہیں۔

خوب سمجھ لو کہ قرآن مجید نے ''جن'' کے متعلق جا بجا بصراحت یہ اعلان کیا ہے کہ وہ انسانوں سے جدا خدا کی ایک مخلوق ہے صرف ایک آیت پڑھ لو جو اس بارے میں قول فیصل ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ یعنی ہم نے جن اور انسان کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا کے عبادت گزار بنیں۔

دیکھ لو۔ اس آیت میں جن کو ایک انسان سے جدا ایک مخلوق ظاہر کر کے دونوں کی تخلیق کی حکمت بیان کی گئی ہے لہٰذا اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ جن انسانوں ہی میں سے ایک قوی ہیکل قوم کا نام ہے غور کیجئے کہ یہ کتنی بڑی جہالت کی بات ہے۔

اسی طرح جب ''ہدہد'' کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف صاف پرند فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ''وتفقد الطیر ''یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو اس تصریح کے بعد کسی کو کیا حق ہے؟ کہ اس کے خلاف کوئی رکیک اور لچر تاویل کرے اور یہ کہے کہ ہدہد پرند نہیں تھا بلکہ ایک آدمی کا نام تھا سوچئے کہ یہ مغرب زدہ ملحدوں کا علم ہے یا ان کی جہالت کا قطب مینار ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

marfat.com

(۴۷) ہوا پر حکومت

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ بھی ایک خاص معجزہ اور آپ کی نبوت کا خصوصی امتیاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ''ہوا'' کو ان کے حق میں مسخر کر دیا تھا اور وہ ان کے زیر فرمان کر دی گئی تھی چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت کی مقدار ہوا کے دوش پر سفر کر لیتے تھے۔

قرآن کریم نے آپ کے اس معجزے کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں مسخر کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ہوا ان کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید و تیز و تند ہونے کے باوجود ان کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہو جاتی تھی۔ تیسری بات یہ کہ ہوا نرم رفتاری کے باوجود اس کے تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صبح و شام کا جدا جدا سفر ایک شہہ سوار کے مسلسل ایک ماہ کی رفتار کے برابر تھا۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت انجن اور مشین جیسے ظاہری اسباب سے بالاتر صرف ان کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز مگر سبک روی کے ساتھ ہوا کے کاندھے پر اڑا چلا جاتا ہے۔

اس مقام پر تخت سلیمان اور آپ کے سفر کے متعلق جو تفصیلات سیرت کی کتابوں اور تفسیروں میں منقول ہیں ان میں بہت سے واقعات اسرائیلیات کا ذخیرہ ہیں جن کو بعض واعظین بیان کرتے ہیں مگر وہ قابل اعتبار نہیں اور ان پر بہت سے اعتراضات بھی وارد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے تو اس واقعہ کے متعلق صرف اس قدر بیان کیا ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ (الانبیاء:۸۱)

اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت دی تھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔

اور سورۂ سبا میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ (السبا:۱۲)

اور سلیمان کے قابو میں ہوا کر دی کہ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ۔

marfat.com

اور سورۂ ص میں فرمایا کہ

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ○ (ص:۳۶)

تو ہم نے ان (سلیمان) کے لئے ہوا کو تابع فرمان کر دیا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتے۔

(۴۸) تانبے کے چشمے

حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ عظیم الشان عمارتوں اور پر شوکت قلعوں کی تعمیر کے بہت شائق تھے اس لئے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کے بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی جگہ استعمال کی جائے لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے۔ یہ سوال تھا جس کا حل حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ ان کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے عطا فرمائے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسب ضرورت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کو پگھلا دیتا تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ایک خاص نشان اور ان کا معجزہ تھا آپ سے پہلے کوئی شخص دھات کو پگھلانا نہیں جانتا تھا۔ (قصص الانبیاء عربی ص ۳۹۳)

اور نجار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ انعام فرمایا کہ زمین کے جن حصوں میں آتشی مادوں کی وجہ سے تانبہ پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا ان چشموں کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر آشکارا فرمایا آپ سے پہلے کوئی شخص بھی زمین کے اندر دھات کے چشموں سے آگاہ نہ تھا چنانچہ ابن کثیر بروایت قتادہ ناقل ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے یمن میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ظاہر فرما یا دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۸۲)

قرآن مجید نے اس قسم کی کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی کہ تانبے کے چشمے کس شکل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملے مگر قرآن کی جس آیت میں معجزہ کا ذکر ہے مذکورہ بالا دونوں توجیہات اس آیت کا مصداق بن سکتی ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۔ (السبا: رکوع ۲)

اور ہم نے ان (سلیمان) کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔

marfat.com

درسِ ہدایت

ہوا پر حکومت اور پگھلے ہوئے تانبے کے چشموں کا مل جانا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے۔ بعض ملحدین جن کو معجزات کے انکار کی بیماری ہوگئی ہے وہ ان معجزات کے بارے میں عجیب عجیب مضحکہ خیز باتیں بکتے اور رکیک تاویلات کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان ملحدوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہ کریں اور معجزات پر یقین رکھتے ہوئے ایمان لائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۹) حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے

ایک مرتبہ جہاد کی ایک مہم کے موقع پر شام کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کو اصطبل سے لانے کا حکم دیا جب وہ پیش کئے گئے تو چونکہ آپ کو گھوڑوں کی نسلوں اور ان کے ذاتی اوصاف کے علم کا کمال حاصل تھا اس لئے جب آپ نے ان سب گھوڑوں کو اصیل، سبک، رو اور خوش رو پایا اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے تو آپ پر مسرت وانبساط کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ فرمانے لگے کہ ان گھوڑوں سے میری محبت ایسی مافی محبت میں شامل ہے جو پروردگار کے ذکر ہی کا ایک شعبہ ہے حضرت سلیمان کے اس غور وفکر کے درمیان گھوڑے اصطبل کو روانہ ہوگئے چنانچہ جب آپ نے نظر اٹھائی تو وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو چکے تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ جب وہ گھوڑے واپس لائے گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جوش محبت میں ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا اور تھپتھپانا شروع کر دیا کیونکہ یہ گھوڑے جہاد کا سامان تھا اس لئے آپ ان کی عزت وتوقیر کرتے ہوئے ایک ماہر فن کی طرح سے ان گھوڑوں کو مانوس کرنے لگے اور اظہار محبت فرمانے لگے قرآن مجید نے اس واقعہ کو حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ○ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان (فرزند) عطا کیا وہ اچھا بندہ ہے بیشک وہ خدا کی جانب بہت رجوع ہونے والا ہے جب اس کے سامنے شام کے وقت اصیل اور سبک رو گھوڑے پیش کئے گئے جو سلیمان علیہ السلام نے

marfat.com

عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ○ (ص رکوع ۳)

فرمایا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے ربّ کی یاد کے لئے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا ان گھوڑوں کو واپس لاؤ پھر وہ ان کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونے اور تھپتھپانے لگا۔

درسِ ہدایت

ان آیات کا جو ترجمہ اور تفسیر ہم نے تحریر کیا ہے اس کو ابن جریر طبری اور امام رازی نے ترجیح دی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے جس کے ناقل علی بن ابی طلحہ ہیں ان آیات کی تفسیر میں بعض مفسرین نے گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گھوڑوں کی گردنوں کو تلوار سے کاٹ ڈالنا تحریر کیا ہے اور اسی قسم کے بعض دوسرے کمزور اقوال بھی تحریر کئے ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ محض حکایات اور داستانیں ہیں جو دلائل قویہ کے سامنے کسی طرح قابل قبول نہیں اور یہ تفسیر جو ہم نے تحریر کی ہے اور جو ترجمہ درج کیا ہے یہ قرآن مجید کی عبارت اور الفاظ کے بالکل مطابق ہے اور اس تفسیر و ترجمہ کی بناء پر نہ کوئی اشکال و اعتراض پڑتا ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (خزائن العرفان ص ۸۴۵ بحوالہ تفسیر کبیر)

(۵۰) پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح

حضرت داؤد علیہ السلام خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے اور آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب آپ زبور شریف پڑھتے تو آپ کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے اور آپ کے گرد جمع ہو کر خدا کی حمد کے ترانے گاتے اور اپنی اپنی سریلی اور پر کیف آوازوں میں تسبیح و تقدیس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ہمنوائی کرتے اور صرف چرند و پرند ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء میں گونج اٹھتے تھے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ان معجزات کا ذکر جمیل اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء و سورۂ سبا و سورۂ ص میں صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ — اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا

marfat.com

يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

(الانبیاء رکوع ۶)

کہ وہ تسبیح پڑھتے اور پرندے بھی اور ہم اس کے کرنے والے ہیں۔

اور سورۂ سبا میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ

(سبا رکوع ۲)

اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا۔ (ہم نے فرما دیا) کہ اے پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو! تم بھی اللہ کی طرف رجوع کرو۔

اور سورۂ ص میں اس طرح ارشاد ربانی ہوا کہ

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ۝

(ص رکوع ۲)

بیشک ہم نے (داؤد) کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکنے کے وقت اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرماں بردار تھے۔

درسِ ہدایت

بے عقل پرندے اور بے جان پہاڑ جب خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس کا نغمہ گایا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیتوں میں آپ پڑھ چکے تو اس سے ہم انسانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم انسان جو عقل والے، ہوش مند اور صاحب زبان ہیں ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم خداوند قدوس کی تسبیح اور اس کی حمد و ثنا کے اذکار کو ورد زبان بنائیں اور اس کی تسبیح و تقدیس میں برابر مشغول و مصروف رہیں۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس سلسلہ میں ایک بہت ہی لطیف و لذیذ اور نہایت ہی موثر حکایت بیان فرمائی ہے۔ اس کو پڑھئے اور عبرت و نصیحت حاصل کیجئے۔ وہ فرماتے ہیں۔

دوش مرغے بصبح می نالید عقل و صبرم ربود و طاقت و ہوش

ایک پرند صبح کو چہچہا رہا تھا تو اس کی آواز سے میری عقل و صبر اور طاقت و ہوش سب غارت ہو گئے

marfat.com

یکے از دوستان مخلص را مگر آواز من رسید بگوش

میرے ایک مخلص دوست کے کان میں شاید میری آواز پہنچ گئی۔

گفت باور نداشتم کہ ترا بانگ مرغے چنیں کند مدہوش

تو اس نے کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ ایک پرند کی آواز تم کو اس طرح مدہوش کر دے گی۔

گفتم ایں شرط آدمیت نیست مرغ تسبیح خوان و من خاموش

تو میں نے کہا کہ یہ آدمیت کی شان نہیں ہے کہ پرند تو تسبیح پڑھے اور میں خاموش رہوں۔

(۵۱) فرشتوں کے بال و پر

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بازو اور پر بنا دیئے ہیں جن سے وہ فضائے آسمانی میں اڑ کر کائنات عالم میں فرامین ربانی کی تعمیل کرتے رہتے ہیں کسی فرشتے کے دو پر کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہیں۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ فرشتوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جن کو خالق عالم جل جلالہ نے چھ چھ بازو اور پر عطا فرمائے ہیں دو بازوؤں سے تو وہ اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں اور دو بازوؤں سے وہ اڑتے ہیں اور دو بازو ان کے چہروں پر ہیں جن سے وہ خدا سے حیاء کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپائے رکھتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں نے ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ کہا کہ آپ اپنی اصلی صورت مجھے دکھا دیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس کی تاب نہ لاسکیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی خواہش بلکہ تمنا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی اصلی صورت میں وحی لے کر حاضر ہوگئے تو ان کو دیکھتے ہی آپ پر غشی طاری ہوگئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بدن سے ٹیک لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھالے رکھا اور اپنا ایک ہاتھ حضور کے سینہ پر اور ایک ہاتھ دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسرافیل کو دیکھ لیتے تو آپ کا کیا حال ہوتا؟ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار بازو

marfat.com

عطا فرمائے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور وہ عرش الٰہی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۵۳)

فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کا ذکر سورۂ فاطر کی اس آیت میں ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (فاطر ۱)	سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں وہ زیادہ کرتا ہے اپنی آفرینش میں جو چاہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

درس ہدایت

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے اور اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ فرشتوں کے بازو اور پر بھی ہیں کسی کے دو دو کسی کے تین تین کسی کے چار چار اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں کے اتنے زیادہ پر کیوں اور کس طرح ہیں؟ تو قرآن نے اس کا شافی اور مسکت جواب دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ فرشتوں کو بال و پر بھی عطا فرما سکتا ہے اور بلاشبہ عطا فرمایا بھی ہے لہٰذا اس سلسلے میں بحث و مباحثہ اور سوال و جواب یہ سب گمراہی کے دروازے ہیں ایمان کی خیریت اسی میں ہے کہ بغیر چوں و چرا کے اس پر ایمان لائیں اور کیوں؟ اور کیسے؟ کے علم کو اللہ اعلم کہہ کر خدا کے سپرد کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵۲) ابوجہل کی گردن کا طوق

ایک مرتبہ ابوجہل اور اس کے قبیلے کے دو آدمیوں نے حلف اٹھایا کہ اگر ہم لوگوں نے محمد ﷺ کو دیکھ لیا تو ہم پتھر سے ان کا سر کچل دیں گے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے حرم کعبہ میں تشریف لے گئے اور ابوجہل نے آپ کو دیکھا تو وہ ایک بہت بڑا پتھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چلا اور آپ پر اس پتھر کو پھینکنے کے لئے اپنے سر کے اوپر دونوں ہاتھوں کو اٹھایا تو

marfat.com

اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں آ گئے اور پتھر اس کے ہاتھوں میں چپک کر رہ گیا اور دونوں ہاتھ طوق بن کر ٹھوڑی کے پاس بندھ گئے اور وہ اس طرح ناکام ہو کر لوٹ آیا۔ اس کے دوسرے دن ولید بن مغیرہ نے جھلا کر کہا کہ تم پتھر مجھے دے دو۔ میں اس کو ان کے سر پر دے ماروں گا چنانچہ اس بدنصیب نے جب کہ آپ نماز میں تھے آپ پر پتھر چلانے کا ارادہ کیا تو ایک دم اندھا ہو گیا۔ حضور کی قرات کی آواز تو سنتا رہا مگر آپ کی صورت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مجبوراً پلٹ گیا تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں دیکھ سکا جب آواز دی تو ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے اپنی مجبوری کا حال بیان کیا پھر اس کے تیسرے ساتھی نے غصہ میں بھر کر پتھر کو اپنے ہاتھ میں لیا مگر یہ حضور کے قریب پہنچتے ہی الٹے پاؤں بدحواس ہو کر بھاگا اور ہانپتے کانپتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں جب ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا ایک ایسا سانڈ ان کے قریب اپنی دم ہلا رہا ہے کہ میں نے آج تک ایسا خوفناک سانڈ دیکھا ہی نہیں تھا۔ لات و عزیٰ کی قسم! اگر میں ان کے قریب جاتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتا۔ (صاوی ج۲ ص۴۶۲)

اس واقعہ کا ذکر سورۂ یٰس میں ان لفظوں کے ساتھ مذکور ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ (یٰسین:۸،۹)	بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ لوگ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانپ دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

درسِ ہدایت

یہ حضور اقدس ﷺ کے معجزات میں سے ہے بارہا کافروں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی اور اپنی خفیہ چالبازیوں اور سیاہ کاریوں میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر رحمت عالم ﷺ پر کبھی بھی کوئی آنچ نہ آ سکی اور خداوند قدوس کا وعدہ پورا ہوا کہ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی اے محبوب! اللہ تعالیٰ لوگوں کی چالوں سے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۵۳) حاملانِ عرش کی دعا

عرش الٰہی کے اٹھانے والے ملائکہ فرشتوں کے سب سے اعلیٰ طبقات میں ہیں ان میں سے ہر فرشتے کے بازوؤں پر چار پر ہیں اور دو پر ان کے چہروں کے اوپر ہیں جن سے یہ اپنی آنکھوں کو چھپائے رکھتے ہیں اور خوف خداوندی کے باعث یہ فرشتے عرش کی طرف نہیں دیکھتے ورنہ دہشت سے ان کے دل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے ساتویں آسمان کے فرشتوں سے زیادہ خدا کا خوف رکھتے ہیں اور ساتویں آسمان والے فرشتے چھٹے آسمان والے فرشتوں سے خوف الٰہی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح چھٹے آسمان والے پانچویں آسمانوں والوں سے اور پانچویں آسمان والے چوتھے آسمان والوں سے اور چوتھے آسمان والے تیسرے آسمان والوں سے اور تیسرے آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے اور دوسرے آسمان والے پہلے آسمان والوں سے خوف وخشیت ربانی میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ پھر عرش الٰہی کے گرد رہنے والے فرشتے جن کو ''کروبیین'' کہتے ہیں۔ یہ باقی فرشتوں کے سردار ہیں اور بہت ہی وجاہت والے ہیں۔

منقول ہے کہ عرش کے گرد ملائکہ کی ستر ہزار صفیں ہیں اس طرح کہ ایک 'صف' ایک صف کے پیچھے ہے۔ یہ سب عرش کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان سبھوں کے بعد ستر ہزار ملائکہ کی صف ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے کاندھوں پر رکھتے ہوئے خدا کی تسبیح وتکبیر پڑھتے رہتے ہیں پھر ان کے بعد اور ایک سو صفیں فرشتوں کی ہیں جو اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے تسبیح وتکبیر اور دعا میں مشغول ہیں۔ (صاوی ج ۴ ص ۴)

اور سب فرشتوں کی دعا کیا ہے اس کو قرآن مجید کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے ارشاد ربانی ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ	وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش کے گرد ہیں سب اپنے رب کی تعریف کیساتھ اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کیلئے اس طرح دعاء مغفرت کرتے ہیں

marfat.com

رَحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُم وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

(المومن:۸۷)

کہ اے ہمارے رب! تیری رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے لہٰذا ان مسلمانوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ سے بچالے اور اے ہمارے رب! ان مسلمانوں کو جنت ''عدن'' میں داخل فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اور انکو بھی جو نیک ہوں ان کے باپ' دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بیشک تو ہی عزت والا حکمت والا ہے۔

درسِ ہدایت

آپ نے عرش الٰہی کے اٹھانے والے اور عرش کا طواف کرنے والے فرشتوں کی دعا ملاحظہ کرلی کہ وہ سب مقدس فرشتے ہم مسلمانوں اور ہمارے والدین اور بیویوں اور ہماری اولاد کے لئے جہنم سے نجات پانے اور جنت عدن میں داخل ہونے کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں اللہ اکبر! کتنا بڑا احسان عظیم ہے ہم مسلمانوں پر حضور اکرم ﷺ کا کہ آپ ہی کے طفیل سے ہم مسلمانوں کو یہ رتبہ بلند اور درجہ عالیہ حاصل ہوا ہے کہ بے شمار طبقہ اعلیٰ کے فرشتے ہم گنہگار مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں وہ بھی کون سے فرشتے؟ عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے اور عرش الٰہی کا طواف کرنے والے فرشتے۔ سبحان اللہ! کہاں ہم اور کہاں ملاء اعلیٰ کے ملائکہ مگر حضور سید عالم ﷺ کی نسبت کا طفیل ہے کہ اس نے ہم قطروں کو سمندر ناپیدا کنار اور ہم ذرّوں کو آفتاب عالم تاب بنادیا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! ایک بار بصدق اخلاص نبی مکرم رحمت عالم ﷺ پر درود شریف پڑھئے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

(۵۴) صاحب اولاد اور بانجھ

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ کسی کو صرف بیٹی عطا فرماتا ہے اور کسی کو صرف بیٹا دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو بیٹا اور بیٹی دونوں ہی عطا فرمادیا کرتا ہے اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو بانجھ بنادیتا ہے نہ انہیں بیٹی دیتا ہے نہ بیٹا اور یہ دستور خداوندی صرف عام انسانوں ہی تک محدود نہیں بلکہ اس نے اپنے

marfat.com

خاص ومخصوص بندوں یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی اس خصوص میں چاروں طرح کا بنایا ہے چنانچہ حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہما السلام کے صرف بیٹیاں ہی تھیں کوئی بیٹا نہیں تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف بیٹے ہی بیٹے تھے کوئی بیٹی ہی نہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ (روح البیان ج ۸ ص ۲۴۳)

قرآن مجید میں رب العزت جل جلالہ نے اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ (الشوریٰ:۴۹،۵۰)

خدا جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کردے بیشک وہ علم و قدرت والا ہے۔

درسِ ہدایت

اللہ تعالیٰ بیٹی دے یا بیٹا دے یا دونوں عطا فرمائے یا بانجھ بنا دے بہر حال یہ سبھی خدا کی نعمتیں ہیں مذکورہ بالا آیت کے آخری حصہ یعنی اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ کون اس لائق ہے کہ اس کو بیٹی ملے اور کون اس قابل ہے کہ اس کو بیٹا ملے اور کون اس کی اہلیت رکھتا ہے کہ اس کو بیٹا اور بیٹی دونوں ملے اور کون ایسا ہے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہی نہ ہو۔ ان باتوں کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ وہ بہت علم والا اور بڑی قدرت والا ہے انسان اپنے ہزار علم و آگہی کے باوجود اس معاملہ کو نہیں جانتا کہ انسان کے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ:۲۱۶)

ہوسکتا ہے کہ تم لوگ ایک چیز کو ناپسند سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہت اچھی ہے اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم لوگ پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہت بری ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے تم لوگ نہیں جانتے ہو۔

marfat.com

اس لئے بندوں کو چاہئے کہ اگر اپنی خواہش کے مطابق کوئی چیز نہ مل سکے تو ہرگز ناراض نہ ہو بلکہ یہ سوچ کر صبر کریں کہ ہم اس چیز کے لائق ہی نہیں تھے۔ اس لئے ہمیں خدا نے نہیں دیا وہ علیم و قدیر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون کس چیز کا اہل ہے اور کون اہل نہیں ہے ۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی؟ اگر تو کسی قابل ہوتا

بیٹیاں

اس زمانے میں دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ بیٹیوں کی پیدائش سے چڑتے ہیں اور منہ بگاڑ لیتے ہیں بلکہ بعض بدنصیب تو اول فول بک کر کفران نعمت کے گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ بیٹیوں کی پیدائش پر منہ بگاڑ کر ناراض ہو جانا یہ زمانہ جاہلیت کے کفار کا منحوس طریقہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل ۵۸،۵۹)

اور جب ان کافروں میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ میں گھٹا رہ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی سے کہ اس نے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا یہ حکم لگاتے ہیں۔

خوب سمجھ لو کہ مسلمانوں کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بیٹیوں کی پیدائش پر بھی خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرے اور مندرجہ ذیل حدیثوں کی بشارت پر ایمان رکھ کر سعادت دارین کی کرامتوں سے سرفراز ہو۔

حضور ﷺ نے مندرجہ ذیل حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) عورت کے لئے یہ بہت ہی مبارک ہے کہ اس کی پہلی اولاد لڑکی ہو۔

(۲) جس شخص کو کچھ بیٹیاں ملیں اور وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے یہاں تک کہ کفو میں ان کی شادی کر دے تو وہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔

marfat.com

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ بیٹیوں کو برا مت سمجھو اس لئے کہ میں بھی چند بیٹیوں کا باپ ہوں۔

(۴) جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لڑکی! تو زمین پر اتر۔ میں تیرے باپ کی مدد کروں گا۔ (روح البیان ج ۸ ص ۲۴۳)

(۵۵) فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو

۵ھ کے غزوہ بنی المصطلق میں جب مسلمان فتح یاب ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ نے اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام اسیران جنگ کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شادی کر لی اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی یا غلام نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک اور اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر تمام قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ''ولید بن عقبہ'' کو اس قبیلہ والوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ قبیلے کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کر دے۔

قبیلہ بنی المصطلق کے لوگوں کو جب ''ولید'' کی اس آمد کا علم ہوا تو وہ عامل اسلام کے استقبال کے لئے خوشی خوشی ہتھیار لے کر بستی سے باہر میدان میں نکلے۔ زمانہ جاہلیت میں اس قبیلہ اور ولید میں کچھ ناچاقی رہ چکی تھی اس لئے پرانی عداوت کی بناء پر استقبال کے اس اہتمام کو ولید نے دوسری نظر سے دیکھا اور سمجھا اور قبیلہ والوں سے اصل معاملہ دریافت کئے بغیر ہی مدینہ واپس لوٹ آیا اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس خبر سے حضور ﷺ رنجیدہ ہوئے اور مسلمان بے حد برافروختہ ہو گئے بلکہ مقابلہ کے لئے جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر بنی المصطلق کو ولید کے اس عجیب طرز عمل سے بڑی حیرت ہوئی اور جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ولید نے دربار نبوت میں غلط بیانی اور تہمت طرازی کر دی ہے تو ان لوگوں نے معزز اور باوقار وفد دربار نبوت میں بھیجا جس نے بنی المصطلق کی طرف سے صفائی پیش کی۔ ایک جانب اپنے عامل ولید کا بیان اور دوسری جانب بنی المصطلق کے وفد کا بیان۔ دونوں کی باتیں سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاموشی اختیار فرمائی اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے آخر وحی الٰہی اتر پڑی اور سورۂ ''حجرات'' کی آیات نازل ہو کر نہ

marfat.com

صرف معاملہ کی حقیقت ہی واضح کردی بلکہ اس خصوص میں ایک مستقبل قانون اور معیار تحقیق بھی عطا کردیا وہ آیات یہ ہیں۔ (خزائن الایمان ص ۴۱۶ وغیرہ)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

(حجرات:۶-۸)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو ایسا نہ ہو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتانے لگو اور جان لو کہ اللہ کا رسول تم میں موجود ہے اگر وہ تمہاری بات اکثر معاملات میں مان لیا کریں تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کو پیارا کردیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کردیا ہے اور کفر و حکم عدولی اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناگوار کردیا ہے اور یہی لوگ اللہ کے فضل و احسان سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

درسِ ہدایت

(۱) خبروں کے بیان کرنے میں عام طور پر لوگوں کا یہی مزاج اور طریقہ بن چکا ہے کہ جو خبر بھی ان کے کانوں تک پہنچے اس کو بلا تکلف بیان کردیا کرتے ہیں اور حقیقت حال کو تفتیش اور جستجو بالکل نہیں کرتے خواہ اس خبر سے کسی بے گناہ پر افتراء کیا جاتا ہو یا کسی کو نقصان پہنچتا ہو۔

اسلام نے اس طریقہ کار کو بالکل غلط قرار دیا ہے بلکہ قرآن نے اسلامی آداب کا یہ قانون بتایا ہے کہ ہر خبر کو سن کر پہلے اس کی تحقیق کرلینی چاہئے۔

جب وہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ تو پھر اس خبر کو لوگوں سے بیان کرنا چاہئے۔ اسی بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ کفی بالمرء کذبا ان

marfat.com

یحدث بکل ماسمع (ابوداؤد) یعنی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے لوگوں سے (بلاتحقیق) بیان کرنے لگے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل اور پابند شریعت ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(۳) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت ولید بن عقبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ آیت عام ہے اور ہر فاسق کی خبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) ولید بن عقبہ کو صحابی ہوتے ہوئے قرآن مجید نے فاسق کہا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد جب ولید بن عقبہ نے صدق دل سے سچی توبہ کر لی تو ان کا فسق زائل ہو گیا لہٰذا کسی صحابی کو فاسق کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ہر صحابی صادق، عادل اور پابند شرع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵۶) ملائکہ مہمان بن کر آئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ منقول ہے کہ جب تک آپ کے دسترخوان پر مہمان نہیں آ جاتے تھے آپ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ ایک دن مہمانوں کا ایک ایسا قافلہ آپ کے گھر پر اتر پڑا کہ ان مہمانوں سے آپ خوفزدہ ہو گئے یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو دس یا بارہ فرشتوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے اور سلام کر کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب فرشتے نہایت ہی خوبصورت انسانوں کی شکل میں تھے۔ اولاً تو یہ حضرات ایسے وقت تشریف لائے جو مہمانوں کے آنے کا وقت نہیں تھا پھر یہ حضرات بغیر اجازت طلب کئے دندناتے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گئے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب عادت ان حضرات کی مہمان نوازی کے لئے ایک فربہ بھنا ہوا بچھڑا لائے تو ان حضرات نے کھانے سے انکار کر دیا۔ ان مہمانوں کی مذکورہ بالا تین اداؤں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خدشہ گزرا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کیونکہ اس زمانے کا یہی رواج تھا کہ دشمن جس گھر میں دشمنی کے لئے جاتا تھا اس گھر میں کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا چنانچہ آپ ان مہمانوں سے کچھ خوف محسوس فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ ہم سے بالکل کوئی خوف نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم دو کاموں کے لئے آئے ہیں۔ پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہم آپ کو یہ بشارت سنانے کے لئے آئے

marfat.com

ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا فرزند عطا فرمائے گا اور ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں۔

فرزند کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت ''سارہ'' چونک پڑیں کیونکہ ان کی عمر ننانوے برس کی ہو چکی تھی اور وہ کبھی حاملہ نہیں ہوئی تھیں۔ تعجب سے وہ چلاتی ہوئی آئیں اور ہاتھ سے ماتھا ٹھونک کر کہنے لگیں کہ کیا مجھ بڑھیا بانجھ کے بھی فرزند ہوگا؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں۔ آپ کے رب کا یہی فرمان ہے اور وہ پروردگار بڑی حکمتوں والا بہت علم والا ہے چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (خزائن العرفان ص ۵۳۶ و دیگر تفاسیر)

قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝

(الذاریات رکوع ۲)

اے محبوب! کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ جب وہ ان کے پاس آ کر بولے کہ سلام تو آپ نے بھی کہا کہ سلام (اور دل میں کہا) کہ یہ ناشناسا لوگ ہیں پھر اپنے گھر جا کر ایک فربہ بچھڑا لائے اور مہمانوں کے پاس رکھ کر فرمایا کہ کیا تم لوگ کھاتے نہیں؟ پھر اپنے جی میں ان مہمانوں سے ڈرنے لگے تو وہ بولے کہ آپ ڈریں نہیں اور ان کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری دی اس پر ان کی بیوی چلاتی ہوئی پھر اپنا ماتھا ٹھونک کر کہنے لگی کہ کیا ایک بڑھیا بانجھ فرزند جنے گی؟ مہمانوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ کے رب نے ایسا ہی فرما دیا ہے اور وہ بڑی حکمتوں والا اور بہت علم والا ہے۔

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے یہ ہدایت کی روشنی ملتی ہے کہ ملائکہ کبھی کبھی آدمی کی صورت میں لوگوں

marfat.com

کے پاس آیا کرتے ہیں چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حج کے موقع پر حرم کعبہ اور منیٰ وعرفات ومزدلفہ وغیرہ میں کچھ فرشتوں کی جماعت انسانوں کی شکل وصورت میں مختلف بھیس بنا کر آتی ہیں جو حاجیوں کے امتحان کے لئے خدا کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں۔ اس لئے حجاج کرام کو لازم ہے کہ ملکہ مکرمہ اور منیٰ وعرفات ومزدلفہ اور طواف کعبہ وزیارت مدینہ منورہ کے ہجوم میں ہوشیار رہیں کہ ہرگز ہرگز کسی انسان کی بھی بے ادبی ودل آزاری نہ ہونے پائے اور تاجروں یا حمالوں یا فقیروں سے جھگڑا تکرار نہ ہونے پائے۔ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ آدمی ہے یا آدمی کی صورت میں کوئی فرشتہ ہے جو تمہیں دھکا دے کر یا ڈانٹ کر تمہارے حلم وصبر کا امتحان لے رہا ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جس سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں اس لئے سفر حج میں قدم قدم پر لوگوں سے الجھتے اور جھگڑتے رہتے ہیں اور بعض اوقات دنیا وآخرت کا شدید نقصان وخسارہ اٹھاتے رہتے ہیں لہٰذا اس نقصان عظیم سے بچنے کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ ہر شخص کے بارے میں یہی خطرہ محسوس کرتے رہیں کہ شاید یہ کوئی فرشتہ ہو جو تاجر یا سائل یا مزدور کے بھیس میں ہے اور پھر اس سے سنبھل کر بات چیت کریں اور حتی الامکان اس کو راضی رکھنے کی کوشش کریں اور ہرگز ہرگز کسی تلخ کلامی یا سخت گوئی کی نوبت نہ آنے دیں کہ اس میں سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵۷) چاند دو ٹکڑے ہو گیا

کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا ایک ٹکڑا ''جبل ابو قبیس'' پر نظر آیا اور دوسرا ٹکڑا ''جبل قعیقعان'' پر دیکھا گیا اس طرح چاند کو دو پارہ کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار مکہ کو دکھا دیا اور فرمایا کہ تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔

(جلالین بحوالہ بخاری ومسلم)

یہ دیکھ کر کفار مکہ نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے جادو کر کے ہماری نظر بندی کر دی ہے اس پر انہیں کی جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ نظر بندی ہے تو مکہ سے باہر کے کسی آدمی کو چاند کے دو حصے نظر نہ آئے ہوں گے لہٰذا اب باہر سے جو قافلے آنے والے ہیں ان کی جستجو رکھو اور مسافروں سے دریافت کرو اگر دوسرے مقامات سے بھی چاند کا شق ہونا دیکھا گیا ہے تو بیشک یہ معجزہ ہے چنانچہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا کہ اس روز

marfat.com

چاند کے دو حصے ہو گئے تھے اس کے بعد مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی لیکن وہ لوگ اپنے عناد سے اس کو جادو کہتے رہے یہ معجزہ عظیمہ صحاح کی احادیث کثیرہ میں مذکور ہے اور یہ حدیث اس قدر درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل وانصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔

(خزائن العرفان ص ۸۲۶)

اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کا بیان قرآن کی سورۂ قمر میں ان الفاظ کے ساتھ بالاعلان فرمایا ہے کہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○

(القمر رکوع ۱)

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور (کفار مکہ) اگر کوئی نشانی دیکھتے تو منہ پھیر لیتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو لگاتار چلا آتا ہے اور انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

درسِ ہدایت

معجزہ ''شق القمر'' حضور خاتم النبیین ﷺ کا ایک بے مثال معجزہ ہے جو اس آیت کریمہ اور بہت سی مشہور حدیثوں سے ثابت ہے ہم نے اپنی کتاب ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اس کے مطالعہ سے اطمینان قلب اور جلاء ایمان حاصل کیجئے۔

(۵۸) کسی قوم کا مذاق نہ اڑاؤ

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کچھ اونچا سنتے تھے۔ اس لئے جب وہ مجلس شریف میں حاضر ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم انہیں آگے جگہ دے دیا کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ دربار رسالت میں آئے تو مجلس پُر ہو چکی تھی لیکن وہ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچ گئے مگر پھر بھی ایک آدمی ان کے اور حضور کے درمیان رہ گیا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اس کو بھی ہٹانے لگے لیکن وہ شخص اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہٹا تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے غصہ میں بھر کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس شخص نے کہا کہ فلاں آدمی ہوں یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

marfat.com

نے حقارت کے لہجے میں کہا کہ اچھا تو فلاں عورت کا لڑکا ہے یہ سن کر اس شخص نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا اور اس کو بڑی تکلیف ہوئی اس موقع پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

اور حضرت ضحاک سے منقول ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ لوگ بہترین پوشاک پہن کر بصورت وفد بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے اور جب ان لوگوں نے ''اصحاب صفہ'' کے غریب و مفلس مسلمانوں کو فرسودہ حال دیکھا تو ان کا مذاق اڑانے لگے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(خزائن العرفان ص ۴۱۶ وصاوی ج ۴ ص ۴۹)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اُم المومنین بی بی صفیہ کو ایک دن ''یہودیہ'' کہہ دیا تھا جس سے ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہت زیادہ خفگی کا اظہار فرمایا اور حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لئے فرمایا کہ تم ایک نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی اولاد میں ہو اور تمہارے چچاؤں میں بھی ایک نبی (حضرت ہارون علیہ السلام) ہیں اور تم ایک نبی ﷺ کی بیوی بھی ہو یعنی میری بیوی ہو۔ اس موقع پر ان آیات کا نزول ہوا۔ (صاوی ج ۴ ص ۵۹)

بہر حال ان مذکورہ بالا تینوں شان نزول میں سے کسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ عزوجل نے کسی قوم کا مذاق اڑانے کی سخت ممانعت فرمائی۔ آیت کریمہ یہ ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (حجرات:۱۱)	اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کا مذاق بنا کر ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق بنا کر ہنسیں کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو اس سے توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

درسِ ہدایت:

قرآن کریم کی ان چمکتی ہوئی آیتوں کو بغور پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ اس زمانے

marfat.com

میں جو ایک فاسقانہ اور سراسر مجرمانہ رواج نکل پڑا ہے کہ ''سید'' و ''شیخ'' اور ''پٹھان'' کہلانے والوں کا یہ دستور بن گیا ہے کہ وہ دھنیا' جولاہا' کنجڑا' قصائی' نائی کہہ کر مخلص و متقی مسلمانوں کا مذاق بنایا کرتے ہیں بلکہ ان قوموں کے عالموں کو محض ان کی قومیت کی بناء پر ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق بنا کر ہنستے ہنساتے ہیں جہال تو جہال بڑے بڑے عالموں اور پیران طریقت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ وہ بھی یہی حرکتیں کرتے رہتے ہیں حد ہوگئی کہ جو لوگ برسوں ان قوموں کے عالموں کے سامنے زانوں تلمذ تہ کر کے خود عالم اور شیخ طریقت بنے ہیں مگر پھر بھی محض قومیت کی بناء پر اپنے استادوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کا تمسخر کرتے رہتے ہیں اور اپنے نسب و ذات پر فخر کر کے دوسروں کی ذلت و حقارت کا چرچا کرتے رہتے ہیں للہ بتائیے کہ قرآن مجید کی روشنی میں ایسے لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں؟

ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن مجید نے مندرجہ ذیل احکام اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ ہوسکتا ہے کہ جن کا مذاق اڑا رہے ہیں وہ مذاق اڑانے والوں سے دنیا و آخرت میں بہتر ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ایک دوسرے پر طعنہ زنی کریں۔

(۳) مسلمانوں پر حرام ہے کہ ایک دوسرے کے لئے برے برے نام رکھیں۔

(۴) جو ایسا کرے وہ مسلمان ہو کر ''فاسق'' ہے۔

(۵) اور جو اپنی ان حرکتوں سے توبہ نہ کرے وہ ''ظالم'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر کوئی گنہگار مسلمان اپنے گناہ سے توبہ کرے تو توبہ کے بعد اس کو اس گناہ سے عار دلانا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے اسی طرح کسی مسلمان کو کتا' گدھا' سور کہہ دینا بھی ممنوع ہے یا کسی مسلمان کو ایسے نام یا لقب سے یاد کرنا جس میں اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو یا اس کو ناگواری ہوتی ہو یہ ساری صورتیں بھی اسی ممانعت میں داخل ہیں۔

(خزائن العرفان ص ۴۱۶)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق بناؤں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے کتا نہ بنا دے۔ (صاوی ج ۴ ص ۴۹)

marfat.com

(۵۹)لوہا آسمان سے اترا ہے!

اللہ تعالیٰ نے ''لوہے'' کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ اور ہم نے لوہا اتارا اور اس میں سخت آنچ اور لوگوں کیلئے بہت سے فائدے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے روئے زمین پر تشریف لائے تو لوہے کے پانچ اوزار اپنے ساتھ لائے ہتھوڑا' نہائی' سنسی' ریتی' سوئی اور دوسری روایت انہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں زمین پر نازل ہوئیں۔ حجر اسود' عصا موسوی' لوہا۔ (صاوی ج ۴ ص ۹۴۱)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار برکت والی چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائی ہیں۔ لوہا' آگ' پانی' نمک۔

(صاوی ج ۴ ص ۹۴۱)

درس ہدایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ ہے کہ ''لوہا'' جنت سے زمین پر آیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ ہے کہ ''لوہا'' آسمان سے نازل ہوا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ ''جنت'' آسمانوں کے اوپر ہی ہے تو لوہا جب جنت سے اترا تو آسمان ہی سے زمین پر اترا۔

''لوہا'' ایک ایسی دھات ہے کہ ہر صنعت و حرفت کے آلات اس سے بنتے ہیں اور ہر قسم کے آلات جنگ بھی اسی سے تیار ہوتے ہیں اور انسانوں کی ضروریات کے ہزاروں سامان ایسے ہیں کہ بغیر لوہے کے تیار ہی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ کہ اس ''لوہے'' میں لوگوں کے لئے بے شمار فوائد و منافع ہیں بہر حال ''لوہا'' خداوند تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا لوہے کا ہر سامان دیکھ کر خداوند قدوس کی اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(۶۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سخاوت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے بطور ہدیہ ایک صحابی کے گھر بکری کا ایک سر بھیج دیا تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم سے زیادہ تو میرا فلاں بھائی اس سر کا ضرورت مند ہے وہ سر اس کے گھر بھیج دیا تو اس نے کہا کہ میرا فلاں بھائی مجھ سے بھی زیادہ محتاج ہے۔ یہ کہا اور وہ سر اس صحابی کے گھر بھیج دیا۔ اسی طرح ایک نے دوسرے کے گھر اور دوسرے نے تیسرے کے گھر اس سر کو بھیج دیا یہاں تک کہ جب یہ سر چھٹے صحابی کے پاس پہنچا تو انہوں نے سب سے پہلے والے کے گھر یہ کہہ کر بھیج دیا کہ وہ ہم سے زیادہ مفلس اور حاجت مند ہیں اسی طرح وہ سر جس گھر سے سب سے پہلے بھیجا گیا تھا۔ پھر اسی گھر میں آ گیا۔ اس موقع پر سورۂ حشر کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی جس میں اللہ جل جلالہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سخاوت کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور وہ آیت مبارکہ یہ ہے کہ

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	اور صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

(الحشر:۹)

یہ تو زمانہ رسالت کا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تقریباً اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا جو عبرت خیز و نصیحت آموز ہونے میں پہلے واقعہ سے کم نہیں چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں بند کر کے اپنے غلام کو حکم دیا کہ یہ تھیلی حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی خدمت میں پیش کر دو اور پھر تم گھر میں اس وقت تک ٹھہرے رہو کہ تم دیکھ لو کہ وہ اس تھیلی کا کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام تھیلی لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت امیر المومنین نے یہ دیناروں کی تھیلی آپ کے پاس بھیجی ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اس کو اپنی حاجتوں میں خرچ کریں۔ امیر المومنین کا پیغام سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کا بھلا کرے۔ پھر اپنی لونڈی سے فرمایا کہ اے خادمہ! یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ دینار فلاں کو۔

marfat.com

اسی طرح انہوں نے ایک ہی نشست میں تمام دیناروں کو حاجت مندوں میں تقسیم کرا دیا۔ صرف دو دینار ان کے سامنے رہ گئے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اے لونڈی! یہ دو دینار بھی فلاں ضرورت مند کو دے دو۔

یہ ماجرا دیکھ کر غلام امیر المومنین کے پاس واپس لوٹ آیا تو امیر المومنین نے چار سو دینار کی دوسری تھیلی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور غلام سے فرمایا کہ تم اس وقت تک ان کے گھر میں بیٹھے رہنا اور دیکھتے رہنا کہ وہ اس تھیلی کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس تھیلی لے کر پہنچا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کا تحفہ اور پیغام پانے کے بعد یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کو نیک بدلہ دے پھر فوراً ہی اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں میں اتنی اتنی رقم پہنچا دو صرف دو دینار باقی رہ گئے تھے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیوی آ گئیں اور کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ بھی تو مفلس اور مسکین ہی ہیں۔ یہ سن کر وہ دو دینار جو باقی رہ گئے تھے بیوی کی طرف پھینک دیا۔ یہ منظر دیکھ کر غلام امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سارا چشم دید ماجرا سنانے لگا۔ امیر المومنین حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی اس سخاوت الوالعزمی کی داستان کو سن کر فرط تعجب سے انتہائی مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے پر نہایت رحم دل اور آپس میں بے حد ہمدرد ہیں۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

(صاوی ج ۳ ص ۱۶۱)

ایک حدیث میں ہے کہ آیت مذکورہ بالا کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا کہ بارگاہ نبوت میں ایک بھوکا شخص حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حجروں میں معلوم کرایا کہ کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے تب حضور نے اصحاب کرام سے فرمایا کہ جو اس شخص کو مہمان بنائے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابو طلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جا کر بیوی سے دریافت کیا کہ گھر میں کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا کہ صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ

marfat.com

درست کرنے کے لئے اٹھو اور چراغ بجھا دو تا کہ مہمان اچھی طرح کھالے۔ یہ تجویز اس لئے کہ مہمان یہ جان نہ سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہو جائے گا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا تھوڑا ہے اس لئے مہمان بھوکا رہ جائے گا اس طرح حضرت ابوطلحہ نے مہمان کو کھانا کھلا دیا اور خود اور اہل خانہ بھوکے سو رہے جب صبح ہوئی اور حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوطلحہ کو دیکھ کر فرمایا کہ رات فلاں فلاں کے گھر میں عجیب معاملہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بہت راضی ہے اور سورۂ حشر کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان ص ۵۵۶)

درس ہدایت

یہ آیت مبارکہ اور اس کی شان نزول کے حیرت ناک واقعات ہم مسلمانوں کے لئے کس قدر عبرت خیز و نصیحت آموز ہیں اس کو لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہر شخص خود ہی انصاف کی عینک لگا کر اس کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ اس کے دل میں بصیرت کے روشنی اور آنکھوں میں بصارت کا نور موجود ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶۱) یہودیوں کی جلاوطنی

ہجرت کے بعد جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہودیوں سے ''صلح و عہد'' کا معاہدہ فرمالیا مگر یہودی اپنے عہد و پیمان پر تادیر قائم نہیں رہے بلکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا۔ اسی دوران یہودیوں میں سے قبیلہ ''بنونضیر'' کے ذمہ دار افراد نے ایک روز یہ سازش کی کہ نبی اکرم ﷺ سے جا کر یہ عرض کریں کہ ہم کو آپ سے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے اور جب وہ تشریف لے آئیں تو دیوار کے قریب ان کو بٹھایا جائے اور وہ جب گفتگو میں مصروف ہو جائیں تو چھت کے اوپر سے ایک بھاری پتھر ان کے اوپر گرا کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ یہودیوں کی بستی میں تشریف لے گئے مگر ابھی آپ دیوار کے قریب بیٹھے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یہودیوں کی سازش سے آپ کو مطلع کر دیا۔ اس لئے آپ خاموشی

marfat.com

کے ساتھ فوراً واپس تشریف لے گئے اس طرح یہودیوں کی سازش ناکام ہوگئی۔ آپ نے مدینہ پہنچ کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ بنونضیر کے یہودیوں تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ چونکہ تم لوگوں نے غداری کر کے معاہدہ توڑ ڈالا ہے اس لئے تم لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ حجاز مقدس کی سرزمین سے جلاوطن ہو کر باہر نکل جاؤ۔ منافقین نے یہ سنا تو جمع ہو کر بنونضیر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس حکم کو ہرگز تسلیم نہ کرو اور یہاں سے ہرگز جلاوطن نہ ہو۔ ہم ہر طرح تمہارے شریک کار ہیں بنونضیر نے منافقین کی پشت پناہی دیکھی تو حضور کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاری شروع کر دی اور حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم کو مدینہ کا امیر بنا کر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک فوج لے کر بنونضیر کے قلعہ پر حملہ آور ہو گئے۔ یہودی اس قلعہ میں بند ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اب مسلمان ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور پھر حکم دیا کہ ان کے درختوں کو کاٹ ڈالو کیونکہ ممکن تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں چھپ کر یہودی اسلامی لشکر پر چھاپہ مارتے۔ ان حالات کو دیکھ کر بنو نضیر کے یہودیوں پر ایسا رعب بیٹھ گیا اور اس قدر خوف طاری ہو گیا کہ وہ لرز اٹھے اور ان کو منافقین کی طرف سے بھی بجز مایوسی اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ آخر کار مجبور ہو کر یہودیوں نے درخواست کی کہ ہم لوگوں کو جلاوطن ہونے کا موقع دیا جائے چنانچہ ان لوگوں کو اجازت دی گئی کہ سامان جنگ کے علاوہ جس قدر سامان بھی وہ اونٹوں پر لاد کر لے جانا چاہتے ہیں' لے جائیں چنانچہ بنونضیر کے یہودی چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و سامان لاد کر ایک جلوس کی شکل میں گاتے بجاتے مدینہ سے نکلے اور کچھ تو ''خیبر'' چلے گئے اور زیادہ تعداد میں ملک شام جا کر ''اذرعات'' اور ''اریحا'' میں آباد ہو گئے اور چلتے وقت یہودیوں نے اپنے مکان کو گرا کر برباد کر دیا تا کہ مسلمان ان مکانوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ و زرقانی ج ۲ ص ۹۷ تا ص ۵۸)

اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے یہودیوں کی اس جلاوطنی کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ حشر میں اس طرح فرمایا ہے کہ

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا

اللہ وہی ہے جس نے کافر کتابیوں (یہودیوں) کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لئے (اے مسلمانو!) تمہیں یہ گمان نہیں

marfat.com

وَظَنُّوا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يَااُولِى الْاَبْصَارِ ○ (الحشر:۲)

تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آ گیا جہاں سے کہ ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرنے لگے تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

درسِ ہدایت

یہودیوں کی قوم اپنی روایتی حسد و بغض اور تاریخی منافقت میں ہمیشہ سے مشہور رہے خاص کر غداری اور بدعہدی تو ان کا قومی خاصہ ہے اس کے علاوہ ان بدبختوں کا ظلم بھی ضرب المثل ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے بہت سے انبیاء کرام کو قتل کر دیا دراں حالیکہ ان بدبختوں کو یہ اعتراف تھا کہ ہم ان کو ناحق قتل کر رہے ہیں خداوند قدوس نے ان کی بدعہدیوں اور وعدہ شکنیوں کا قرآن مجید میں بار بار ذکر فرما کر مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ یہودیوں کے عہد و معاہدہ پر ہرگز ہرگز مسلمانوں کو بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور ہمیشہ ان بدبختوں کی مکاریوں اور دسیسہ کاریوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

اور بدعہدی اور عہد شکنی کے یہ خبیث خصائل اور بدترین شرارتوں کے گھناؤنے رذائل زمانہ دراز سے آج تک بدستور یہودیوں میں موجود ہیں جیسا کہ اس دور میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ آج کل اسرائیل کی غاصبانہ حکومت بنا کر فلسطینی عربوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ اور امریکہ کے یہودی کس طرح ان کی بدعہدیوں پر ان کی پیٹھ ٹھونک کر خود اترا رہے ہیں اور اسرائیلی حکومت کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں حالانکہ پوری دنیا اسرائیل اور امریکہ پر لعنت و ملامت کر رہی ہے مگر ان بے ایمان بے حیاؤں کی شرم و حیا اس طرح غارت ہو چکی ہے کہ ان ظالموں کو اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ فلسطینی عرب تو ظاہر ہے کہ امریکہ جیسی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر ہم ناامید نہیں ہیں اور قرآنی وعدوں سے پُر امید ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور سابق ان لوگوں کو کوئی

marfat.com

نہ کوئی عذاب الٰہی تو ضرور ہلاک و برباد فرما دے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

(۶۲) ایک عجیب وظیفہ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کو جن کا نام ''سالم'' تھا مشرکوں نے گرفتار کرلیا تو عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی مفلسی و فاقہ مستی کی شکایت کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ مشرکوں نے میرے بچے کو گرفتار کرلیا ہے جس کے صدمہ سے اس کی ماں بے حد پریشان ہے تو اس سلسلے میں اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صبر کرو اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرو اور تم بھی بکثرت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو اور بچے کی ماں کو بھی تاکید کردو کہ وہ بھی کثرت سے اس وظیفہ کا ورد کرتی رہیں یہ سن کر عوف بن مالک اشجعی اپنے گھر چلے گئے اور اپنی بیوی کو یہ وظیفہ بتا دیا پھر دونوں میاں بیوی اس وظیفہ کو بکثرت پڑھنے لگے۔

اسی درمیان میں وظیفہ کا یہ اثر ہوا کہ ایک دن مشرکین ''سالم'' کی طرف سے غافل ہو گئے چنانچہ موقع پا کر حضرت سالم مشرکوں کی قید سے نکل بھاگے اور چلتے وقت مشرکوں کی چار ہزار بکریاں اور پچاس اونٹوں کو بھی ہانک کر ساتھ لائے اور اپنے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں باپ نے دروازہ کھولا تو حضرت سالم موجود تھے ماں باپ بیٹے کی ناگہاں ملاقات سے بے حد خوش ہوئے اور عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کی سلامتی کے ساتھ قید سے رہائی کی خبر سنائی اور یہ خوشی دریافت کیا کہ مشرکین کی بکریوں کو جس طرح چاہیں یہ استعمال کریں اور اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی کہ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

(الطلاق: ۳۶)

جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے بیشک اللہ اپنے ہر کام کو پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

marfat.com

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس آیت کو لے لیں تو یہ آیت لوگوں کو کافی ہو جائے گی اور وہ آیت یہ ہے ومن یتق اللہ سے آخر آیت تک (صاوی ج ۴ ص ۲۸۱)

حکایتِ عجیبہ

☆ علامہ اجہوری نے اپنی کتاب ''فضائل رمضان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ سمندر میں کشتی پر سوار ہو کر سفر کر رہے تھے تو سمندر میں سے ایک آواز دینے والے کی آواز آئی مگر اس کی صورت نہیں دکھائی پڑی اس نے کہا اگر کوئی شخص مجھے دس ہزار دینار دے دے تو میں اس کو ایک ایسا وظیفہ بتا دوں گا کہ اگر وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہو اور اس وظیفہ کو پڑھ لے تو تمام بلائیں اور ہلاکتیں ٹل جائیں گی تو کشتی والوں میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا کہ آؤ میں تجھ کو دس ہزار دینار دیتا ہوں تو مجھے وہ وظیفہ بتا دے تو آواز آئی کہ تو دیناروں کو سمندر میں ڈال دے مجھے مل جائیں گے چنانچہ کشتی والے نے دس ہزار دیناروں کو سمندر میں ڈال دیا تو اس غیبی آواز دینے والے نے کہا کہ وہ وظیفہ ومن یتق اللہ آخر آیت تک ہے تجھ پر جب کوئی مصیبت پڑے تو اس کو پڑھ لیا کرو۔ یہ سن کر کشتی کے سب سواروں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ تو نے اپنی دولت ضائع کر دی۔ تو اس نے جواب دیا کہ ہرگز ہرگز میں نے اپنی دولت کو ضائع نہیں کیا ہے اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ قرآن شریف کی آیت ضرور نفع بخش ہوگی۔ اس کے بعد چند دن کشتی چلتی رہی۔ پھر اچانک طوفان کی موجوں سے کشتی ٹوٹ کر بکھر گئی اور سوائے اس آدمی کے کشتی کا کوئی آدمی بھی زندہ نہیں بچا یہ کشتی کے ایک تخت پر بیٹھا ہوا سمندر میں بہتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ ایک جزیرہ میں اترا پڑا اور چند قدم چل کر یہ دیکھا کہ ایک شاندار محل بنا ہوا ہے اور ہر قسم کے موتی اور جواہرات وہاں پڑے ہوئے ہیں اور اس محل میں ایک بہت ہی حسین عورت اکیلی بیٹھی ہوئی ہے اور ہر قسم کے میوے اور کھانے کے سامان وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کیسے یہاں پہنچ گئے؟ تو اس نے عورت سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیا کر رہی ہو؟ تو اس عورت نے اپنا قصہ سنایا کہ میں بصرہ کے ایک عظیم تاجر کی بیٹی ہوں۔ میں اپنے باپ کے ساتھ سمندری سفر میں جا رہی تھی تو ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور مجھے کوئی اچانک کشتی

marfat.com

میں سے اچک کر لے بھاگا اور میں اس جزیرہ میں اس محل کے اندر اس وقت سے پڑی ہوں۔ ایک شیطان ہے جو مجھے اس محل میں لے آیا ہے وہ ہر ساتویں دن یہاں آتا ہے میرے ساتھ صحبت تو نہیں کرتا مگر بوسہ و کنار کرتا ہے اور آج اس کے یہاں آنے کا دن ہے لہٰذا تم اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ وہ آ کر تم پر حملہ کر دے گا ابھی اس عورت کی گفتگو ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دم اندھیرا چھا گیا تو عورت نے کہا کہ جلدی بھاگ جاؤ وہ آ رہا ہے ورنہ وہ تم کو ضرور ہلاک کر دے گا چنانچہ وہ آ گیا اور یہ شخص کھڑا رہا مگر جوں ہی شیطان اس کو دبوچنے کے لئے آگے بڑھا تو اس نے ومن یتق اللہ کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو شیطان زمین پر گر پڑا اور اس زور کی آواز آئی کہ گویا پہاڑ کا کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑا ہے اور پھر وہ شیطان جس کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا یہ دیکھ کر عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتہ رحمت بنا کر میرے پاس بھیج دیا ہے۔ تمہاری بدولت مجھے اس شیطان سے نجات ملی۔ پھر اس عورت نے اس مرد سے کہا کہ ان موتی جواہرات کو اٹھا لو اور اس محل سے نکل کر میرے ساتھ سمندر کے کنارے چلو اور کوئی کشتی تلاش کر کے یہاں سے نکل چلو چنانچہ بہت سے موتی و جواہرات اور پھل وغیرہ کھانے کا سامان لے کر دونوں محل سے نکلے اور سمندر کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی ''بصرہ'' جا رہی تھی دونوں اس پر سوار ہو کر بصرہ پہنچے۔ لڑکی کے والدین اپنی گمشدہ لڑکی کو پا کر بے حد خوش ہوئے اور اس مرد کے ممنون احسان ہو کر اس کو بہت عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھر میں مہمان رکھا۔ پھر لڑکی کے والدین نے پوری سرگزشت سن کر دونوں کا نکاح کر دیا اور دونوں میاں بیوی بن کر رہنے لگے اور تمام موتی جواہرات جو دونوں جزیرہ سے لائے تھے وہ دونوں کی مشترکہ دولت بن گئے اور اس عورت سے خداوند تعالیٰ نے اس مرد کو چند اولاد بھی دی اور دونوں بہت ہی محبت و الفت کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے۔

(صاوی ج ۴ ص ۳۸۱)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اعمال و وظائف قرآنی میں بڑی بڑی تاثیرات ہیں مگر شرط یہ ہے کہ عقیدہ درست ہو اور اعمال کو صحیح طریقے سے پڑھا جائے اور زبان گناہوں کی آلودگی اور لقمہ حرام سے محفوظ اور پاک و صاف ہو اور عمل میں اخلاص نیت اور شرائط کی پوری پوری پابندی بھی ہو

marfat.com

تو انشاء اللہ تعالیٰ قرآنی اعمال سے بڑی بڑی اور عجیب عجیب تاثیرات کا ظہور ہوگا جس کی ایک مثال آپ نے پڑھ لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶۳) پانچ مشہور اور پرانے بت

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بت پرست ہوگئی تھی اور ان لوگوں کے پانچ بت بہت مشہور تھے جن کی پوجا کرنے پر پوری قوم نہایت ہی اصرار کے ساتھ کمر بستہ تھی اور ان پانچوں بتوں کے نام یہ تھے۔ (۱) ود (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر۔

حضرت نوح علیہ السلام جو بت پرستی کے خلاف وعظ فرمایا کرتے تھے تو ان کی قوم ان کے خلاف ہر کوچہ و بازار میں چرچا کرتی پھرتی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کو طرح طرح کی ایذائیں دیا کرتی تھی چنانچہ قرآن مجید کا بیان ہے کہ

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (نوح: ۲۳، ۲۴)

اور (کفار) بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو اور بیشک انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔

یہ پانچوں بت کون تھے؟ ان کے بارے میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہ پانچوں فرزند تھے جو نہایت ہی دیندار و عبادت گزار تھے اور لوگ ان پانچوں کے بہت ہی محب و معتقد تھے جب ان پانچوں کی وفات ہوگئی تو لوگوں کو بڑا رنج و صدمہ ہوا تو شیطان نے ان لوگوں کی تعزیت کرتے ہوئے یوں تسلی دی کہ تم لوگ ان پانچوں صالحین کا مجسمہ بنا کر رکھ لو اور ان کو دیکھ دیکھ کر اپنے دلوں کو تسکین دلاتے رہو چنانچہ پیتل اور سیسے کے مجسمے بنا بنا کر ان لوگوں نے اپنی اپنی مسجدوں میں رکھ دیا۔ کچھ دنوں تک تو لوگ ان مجسموں کی زیارت کرتے رہے پھر لوگ ان بتوں کی عبادت کرنے لگے اور خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی کرنے لگے۔

(صاوی ج ۴ ص ۳۱۲)

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک ان لوگوں کو وعظ سنا سنا کر اس بت پرستی سے منع فرماتے رہے بالآخر طوفان میں غرق ہو کر سب ہلاک ہوگئے مگر شیطان اپنی اس چال سے باز نہیں

marfat.com

آیا اور ہر دور میں اپنے وسوسوں کے جادو سے لوگوں کو اسی طور پر بت پرستی سکھاتا رہا کہ لوگ اپنے صالحین کی تصویریں اور مجسمے بنا کر پہلے تو کچھ دنوں تک ان کی زیارت کرتے رہے اور ان کے دیدار سے اپنا دل بہلاتے رہے پھر رفتہ رفتہ ان تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے لگے اس طرح شرک و بت پرستی کی لعنت میں دنیا گرفتار ہوگئی اور خدا پرستی اور توحید خالص کا چراغ بجھنے لگا جس کو روشن کرنے کے لئے انبیاء سابقین یکے بعد دیگرے برابر مبعوث ہوتے رہے یہاں تک کہ ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ نے ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ اس طرح کاٹ دی کہ آپ نے تصویروں اور مجسموں کا بنانا ہی حرام فرما دیا اور حکم صادر فرما دیا کہ تصاویر اور مجسمے ہرگز ہرگز کوئی شخص کسی آدمی تو آدمی کسی جاندار کا بھی نہ بنائے اور جو پہلے سے بن چکے ہیں ان کو جہاں بھی دیکھو فوراً مٹا کر اور توڑ پھوڑ کر تباہ و برباد کر دو تا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

درسِ ہدایت

آج کل میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے پیروں کے مریدین نے اپنے پیروں کی تصویروں کو چوکھٹوں میں بند کر کے اپنے گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اور خاص خاص موقعوں پر اس کی زیارت کرتے کراتے رہتے ہیں بلکہ بعض تو ان تصویروں پر پھول مالائیں چڑھا کر اگربتی بھی سلگایا کرتے ہیں اور اس کے دھویں کو اپنے بدن پر ملا کرتے ہیں اگر یہ لوگ اپنی ان خرافات سے باز نہ رہے اور علماء اہلسنّت نے اس کے خلاف علم مخالفت نہ بلند کیا تو اندیشہ ہے کہ شیطان کا پرانا حربہ اور اس کی شیطانی چال کا جادو مسلمانوں پر چل جائے گا اور آنے والی نسلیں ان تصویروں کی عبادت کرنے لگیں گی۔

خوب کان کھول کر سن لو کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے بت پرستی کے جس درخت کی جڑوں کو کاٹ دیا تھا آج کل کے یہ جاہل بدعتی پیر اور ان کے توہم پرست مریدین بت پرستی کی ان جڑوں کو سینچ سینچ کر پھر شرک و بت پرستی کے درخت کو ہرا بھرا اور تناور بنا رہے ہیں آج کل کے جاہل اور دنیا دار پیروں سے تو کیا امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اس کے خلاف زبان کھولیں گے مگر ہاں حق پرست اور حق گو علمائے اہلسنّت سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ ان خلاف شرع اعمال و افعال کے خلاف انشاء اللہ تعالیٰ ضرور علم جہاد بلند کریں گے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر اس موقع پر

marfat.com

جبکہ اسلام کی کشتی گمراہیوں کی بھنور میں ڈگمگانے لگی ہے تو علمائے اہلسنّت ہی نے اپنی جان پر کھیل کر کشتی اسلام کی ناخدائی کی ہے اور آخر طوفانوں کا رخ موڑ کر اسلام کی کشتی کو غرقاب ہونے سے بچالیا ہے۔

مگر اس زمانے میں اس کا کیا علاج؟ کہ ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں نے چند روپیوں کے بدلے کچھ مولویوں کو خرید لیا ہے اور یہ مولوی صاحبان ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں کو ''مجذوب'' یا فرقہ ''ملامتیہ'' کا خوبصورت لبادہ اوڑھا کر خوب خوب ان کے کشف و کرامت کا ڈنکا بجا رہے ہیں اور ان باباؤں کے نذرانوں سے اپنی مٹھی گرم کر رہے ہیں اور اگر کوئی حق گو عالم ان لوگوں کے خلاف کلمہ حق کہہ دے تو بابا لوگ اپنے داداؤں کو بلا کر اس عالم کی مرمت کرادیں اور ان کے زرخرید مولوی اپنی مخالفانہ تقریروں کی بوچھاڑ سے بے چارے حق گو عالم کی زندگی دوبھر کردیں۔ میں نے بارہا علماء اہلسنّت کو پکارا اور للکارا کہ للہ۔ اٹھو اور حق کے لئے کمربستہ ہو کر کم از کم اتنا تو کردو کہ متفقہ فتویٰ کے ذریعہ یہ اعلان کردو کہ یہ داڑھی منڈے اول فول بکنے والے کنجیڑی' تارک صوم وصلوٰۃ۔ بے شرع بابا لوگ فاسق معلن ہیں جو خود گمراہ اور مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہیں اور ان لوگوں کو ولایت و کرامت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں مگر افسوس کہ ایک مولوی بھی مجھ عاجز کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں ملا بلکہ پتہ یہ چلا کہ ہر بابا کی جھولی میں کوئی نہ کوئی مولوی چھپا ہوا ہے جس کے خلاف کچھ کہنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ جو بھی ان باباؤں کے خلاف زبان کھولے گا۔ ان نذرانہ خور مولویوں کی کاؤں کاؤں اوہو چاؤں چاؤں میں اس کی مٹی پلید ہو جائے گی۔ فیا اسفاہ ویاحسرتاہ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

(۶۴) ابوجہل اور خدا کے سپاہی

ابوجہل نے حضور نبی ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور وہ علانیہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے پاؤں سے ان کی گردن کچل دوں گا اور ان کا چہرہ خاک میں ملادوں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اس فاسد ارادہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کے قریب آیا مگر اچانک الٹے پاؤں بھاگا ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ چہرے کا رنگ اڑ گیا اور بدن کی بوٹی بوٹی کانپنے

marfat.com

گئی۔اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو کہنے لگا کہ میرے اور محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے اور کچھ دہشت ناک پرند بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔اس سے میں اس قدر خوفزدہ ہوگیا کہ آگے نہیں بڑھ سکا اور ہانپتے کانپتے کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔

نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابوجہل میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو جدا کر دیتے۔

اس کے بعد بھی ابوجہل اپنی خباثت سے باز نہیں آیا اور حضور کو نماز پڑھنے سے منع کرنے لگا۔اس پر حضور ﷺ نے سختی سے اس کو جھڑک دیا تو ابوجہل نے غصہ میں بھر کر کہا کہ آپ ﷺ مجھے جھڑکتے ہیں؟ حالانکہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ مکہ میں مجھ سے زیادہ جتھے والا اور مجھ سے بڑی مجلس والا کوئی نہیں ہے۔خدا کی قسم! میں آپ کے مقابلہ میں سواروں اور پیدلوں سے اس میدان کو بھر دوں گا۔اس کی دھمکی کے جواب میں سورۂ ''علق'' یعنی سورۂ اقرا کی یہ آیات نازل ہوئیں۔خداوندقدوس نے ارشاد فرمایا: (خزائن العرفان ص ۱۰۱۷ و دیگر تفاسیر)

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۝ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ (علق)

ہاں۔ہاں اگر (ابوجہل) باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر (جہنم میں) کھینچیں گے جھوٹی خطاکار پیشانی کو اب پکارے وہ اپنی مجلس کو ابھی ہم اپنے سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر ابوجہل اپنی مجلس والوں کو بلاتا تو فرشتے اس کو بالاعلان گرفتار کر لیتے اور وہ ''زبانیہ'' کی گرفت سے بچ نہیں سکتا تھا۔(خزائن العرفان ص ۱۰۱۷)

درسِ ہدایت

ابوجہل جب تک زندہ رہا ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی و ایذا رسانی پر کمربستہ رہا اور دوسروں کو بھی اس پر اکساتا رہا آخر قہر خداوندی میں گرفتار ہوا کہ جنگ بدر کے دن دو لڑکوں کے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ قتل ہوا اور اس کی لاش بے گور و کفن بدر کے گڑھے میں پھینک دی گئی۔اسی طرح تمام دشمنان رسول طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد ہو گئے سبحان اللہ!

marfat.com

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

(۶۵) شبِ قدر

شب قدر بڑی برکت و رحمت والی رات ہے اس رات کے مراتب و درجات کا کیا کہنا ہے کہ خداوند قدوس نے اس مقدس رات کے بارے میں قرآن مجید کی ایک سورۃ نازل فرمائی ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○ (سورۃ القدر)

بیشک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا اور تم کیا جانو کہ کیا چیز ہے شب قدر؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ یہ سلامتی ہے یہ صبح صادق کے طلوع تک رہتی ہے۔

یعنی شب قدر وہ قدر و منزلت والی رات ہے کہ اس رات میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر نازل کیا گیا اور اس کی ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر اور افضل ہے اس رات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کے ایک لشکر کے ساتھ آسمان سے زمین پر اترتے ہیں یہ رات زمین و آسمان اور سارے جہان کے لئے سلامتی کا نشان ہے۔ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک اس کے انوار و برکات کی تجلیاں برابر جلوہ افروز رہتی ہیں۔ (قرآن مجید)

روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا قصہ بیان فرمایا کہ اس نے ایک ہزار مہینے تک لگاتار عبادت اور جہاد کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

marfat.com

یارسول اللہ! آپ کے اُمتیوں کی عمریں تو بہت کم ہیں پھر بھلا ہم لوگ اتنی عبادت کیوں کر سکیں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس افسوس پر آپ ﷺ کچھ فکرمند ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی کہ اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کی اُمت کو ایک رات ایسی عطا کی ہے کہ وہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (صاوی ج۴ص۷۸۲)

مؤمنوں کو ملائکہ کی سلامی

روایت ہے کہ شب قدر میں سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کی فوج حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سرداری میں زمین پر اترتی ہے اور ان کے ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں۔ ایک جھنڈا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پر اور ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر اور ایک جھنڈا کعبہ معظمہ کی چھت پر اور ایک جھنڈا طور سینا پر لہراتے ہیں اور پھر یہ فرشتے مسلمانوں کے گھروں میں تشریف لے جا کر ہر اس مومن مرد و عورت کو سلام کرتے ہیں جو عبادت میں مشغول ہوں گی مگر جن گھروں میں بت یا تصویر یا کتا ہو یا جن مکانوں میں شرابی یا خنزیر کھانے والا یا غسل جنابت نہ کرنے والا یا بلا وجہ شرعی اپنی رشتہ داری کو کاٹ دینے والا رہتا ہو ان گھروں میں یہ فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(صاوی ج۴ص۸۸۲)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان فرشتوں کی تعداد روئے زمین کی کنکریوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ سب سلام و رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ (صاوی ج۴ص۸۸۲)

شب قدر کون سی رات ہے؟

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اکیسویں اور تیئیسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری و مسلم)

اس لئے بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ شب قدر کی کوئی معین رات نہیں ہے لہٰذا ان پانچوں راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنا چاہئے۔

مگر حضرت ابی بن کعب و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دوسرے علمائے کرام کا قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ (صاوی ج۴ص۸۸۴)

اور بعض علمائے کرام نے بطور اشارہ اس کی یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ "لیلۃ القدر" میں نو

marfat.com

حروف ہیں اور ''لیلۃ القدر'' کا لفظ اس سورۂ میں تین جگہ آیا ہے اور نو کو تین میں ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(صاوی ج ۴ ص ۸۸۲)

شب قدر کی نماز اور دعائیں

روایت ہے کہ جو شب قدر میں اخلاص نیت سے نوافل پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (روح البیان وغیرہ)

(۱) شب قدر میں چار رکعت نماز نفل اس ترکیب سے پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ انا انزلنا تین مرتبہ اور قل ھو اللہ پچاس مرتبہ پڑھے پھر سلام کے بعد سجدہ میں جا کر ایک مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جو دعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ مقبول ہوگی۔ (فضائل الایام والشہور)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کون سی دعا پڑھوں؟ تو ارشاد فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو۔ اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی۔

(۳) ایک روایت میں ہے کہ جو شخص رات میں یہ دعا تین مرتبہ پڑھ لے تو اس نے گویا شب قدر کو پالیا لہٰذا ہر رات اس دعا کو پڑھ لینا چاہئے۔ دعا یہ ہے۔

لااله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب السموت السبع ورب العرش العظيم۔

(۴) یہ دعا بھی جس قدر زیادہ پڑھ سکیں پڑھیں۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ دعا یہ ہے۔

اللهم انی اسئلك العفو والعافية والمعافاة الدائمة فی الدنيا والاخرة۔

(۶۶) زمین بات چیت کرے گی

قیامت کے دن بندوں کی نیکی بدی کے حساب کے وقت جہاں بہت سے گواہ ہوں گے وہاں زمین بھی گواہ بن کر شہادت دے گی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر مرد و عورت نے زمین پر جو کچھ اچھا یا برا عمل کیا ہے۔ زمین اس کی گواہی دے گی۔ کہے گی کہ فلاں روز یہ کام کیا اور فلاں

marfat.com

روز یہ کام کیا۔ (خزائن العرفان ص ۲۱۷ بحوالہ ترمذی)

زمین پر جو کچھ اچھے یا برے کام لوگوں نے کئے ہیں ان سب کو زمین نے یاد رکھا ہے اور قیامت کے دن وہ ساری خبروں کو علی الاعلان بیان کرے گی جس کو سب لوگ سنیں گے اس مضمون کو خداوند عزوجل نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ○ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ○ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ○
(الزلزال:۱-۵)

جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور جب زمین اپنے بوجھوں کو باہر پھینک دے گی اور آدمی (حیرت سے) کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی کیونکہ تمہارے رب نے اس کو اس بات کا حکم دیا ہے۔

درسِ ہدایت

قیامت کے دن بندوں کے اچھے برے اعمال کے بہت سے گواہ ہوں گے ہر انسان کے کندھوں پر جو فرشتے نامہ اعمال لکھ رہے ہیں۔ وہ مستقل گواہ ہیں پھر ان کے علاوہ انسان کے اعضا گواہی دیں گے یعنی انسان کے ہاتھ پاؤں' آنکھ کان وغیرہ جن جن اعضاء سے جو جو نیکی یا بدی انسان نے کی ہے ان اعمال کے بارے میں زمین ہر ہر عمل کی خبر دے گی اور خداوند قدوس کے حضور گواہی دے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان چاہے جتنا بھی چھپ کر اور چھپا کر کوئی اچھا یا برا عمل کرے مگر وہ عمل قیامت کے دن ہرگز ہرگز چھپ نہ سکے گا بلکہ ہر آدمی کا ہر عمل اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور وہ اپنے تمام کرتوتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور ہر عمل کا بدلہ بھی پائے گا چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ○ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (الزلزال:۶-۸)

اس (قیامت) کے دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راستوں سے ہو کر تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھر نیکی کرے وہ اس کو دیکھے گا اور وہ ایک ذرہ بھر

marfat.com

بدی کرے وہ اس کو دیکھے گا۔

بہر حال قیامت کا دن بڑا سخت دن ہوگا اور ہر آدمی کو اپنے ہر چھوٹے بڑے اور اچھے برے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ زندگی کے ہر لمحہ میں یہ دھیان رکھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں مجھے ایک دن اپنے ان کاموں کا حساب دینا پڑے گا اور جن اعمال کو میں چھپا کر کر رہا ہوں۔ وہ ایک دن قیامت کے بھرے مجمع میں احکم الحاکمین کے حضور ظاہر ہو کر رہیں گے اس وقت کیسی اور کتنی بڑی رسوائی اور شرمندگی ہوگی۔

(۶۷) مجاہدین کے گھوڑوں کی عظمت

خداوند قدوس کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین اور غازیوں کا مرتبہ کتنا بلند و بالا اور کس قدر عظمت والا ہے اس کے بارے میں تو سینکڑوں آیات میں خداوند قدوس نے ان مردان حق کی مدح وثنا کا خطبہ ارشاد فرمایا ہے مگر سورۂ ''والعدیات'' میں رب العزت جل جلالہ نے مجاہدین اور غازیوں کے گھوڑوں بلکہ ان گھوڑوں کی رفتار اور ان کی اداؤں کی قسم یاد فرما کر ان کی عزت وعظمت کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ (والعٰدیٰت:۱-۶)

قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے پھر ان (گھوڑوں) کی جو پتھروں سے آگ نکال دیتے ہیں کھر مار کر پھر وہ صبح کو حملہ کرتے ہیں پھر اس وقت وہ غبار اڑاتے ہیں پھر وہ دشمن کے بیچ لشکر میں چلے جاتے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

ان گھوڑوں سے مراد مفسرین کا اجماع ہے کہ مجاہدین اور غازیوں کے گھوڑے مراد ہیں جو خداوند قدوس کے دربار میں اس قدر محبوب ومحترم ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت حق جل مجدہ نے ان گھوڑوں بلکہ ان کی اداؤں کی قسم یاد فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں کی قسم ہے جو جہاد میں دوڑتے ہوئے ہانپتے ہیں اور مجھے قسم ہے ان گھوڑوں کی جو پتھروں پر اپنے نعل والے کھر مار کر رات کی تاریکی میں چنگاری نکال دیتے ہیں اور مجھے ان گھوڑوں کی قسم ہے جو صبح

marfat.com

سویرے کفار پر حملہ کردیتے ہیں اور مجھے قسم ہے ان گھوڑوں کی جو میدان جنگ میں دوڑ کر غبار اڑاتے ہیں اور مجھے قسم ہے ان گھوڑوں کی جو کفار کے بیچ لشکر میں گھس جاتے ہیں اتنی قسموں کے بعد رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔''

اللہ اکبر۔ خداوند قدوس جن چیزوں کی قسم یاد فرمائے ان چیزوں کی عظمت شان کا کیا کہنا؟ قرآن مجید میں جن جن چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ مجھے ان کی قسم ہے۔ ان تمام چیزوں کا مرتبہ اتنا بلند و بالا اور اس قدر عظمت والا ہوگیا کہ وہ تمام چیزیں ہم مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری کائنات کے لئے معزز و محترم ہوگئیں تو پھر مجاہدین کے گھوڑوں کی عزت و عظمت اور ان کے تقدس و احترام کا کیا عالم ہوگا؟ اللہ اکبر اللہ اکبر۔

درسِ ہدایت

اس سے ہدایت کا یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی ہر ہر چیز سے محبت فرماتا ہے اور خدا کے محبوبوں کی ہر ہر چیز قابل عزت و لائق احترام ہے۔ مجاہدین اسلام اور غازیان کرام چونکہ خداوند قدوس کے محبوب اور پیارے بندے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کے گھوڑوں سے بھی اس قدر پیار و محبت فرماتا ہے کہ ان گھوڑوں بلکہ ان گھوڑوں کی رفتار اور میدان جنگ میں ان گھوڑوں کے حملوں کی قسم یاد فرما کر ان گھوڑوں کی عزت و عظمت کا اعلان فرمارہا ہے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

جب مجاہدین کرام کے گھوڑوں کے بلند درجات کا خطبہ قرآن عظیم نے پڑھا تو اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے آلات جنگ اور ان کے ہتھیاروں' ان کی کمانوں' ان کی تلواروں کا بھی مرتبہ بہت بلند ہے۔ اسی لئے بعض خانقاہوں میں بعض غازیوں کی تلواروں کو بزرگوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ تبرک بنا کر برسہابرس سے محفوظ رکھا ہے جو بلاشبہ باعث برکت و لائق عزت احترام ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶۸) قریش کے دو سفر

مکہ مکرمہ میں نہ کاشتکاری ہوتی تھی نہ وہاں کوئی صنعت و حرفت تھی۔ پھر بھی قبیلہ قریش کے لوگ کافی خوشحال اور صاحب مال تھے اور خوب دل کھول کر حاجیوں کی ضیافت اور مہمان

marfat.com

نوازی کرتے تھے۔قریش کی خوشحالی اور فارغ البالی کا راز یہ تھا کہ یہ لوگ ہر سال دو مرتبہ تجارتی سفر کیا کرتے تھے جاڑے کے موسم میں یمن اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے تھے اور ہر جگہ کے لوگ انہیں اہل حرم اور بیت اللہ شریف کا پڑوسی کہہ کر ان لوگوں کا اکرام واحترام کرتے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ تجارتیں کرتے تھے اور قریش ان تجارتوں میں خوب نفع اٹھاتے تھے اور ان لوگوں کے حرم کعبہ کا باشندہ ہونے کی بناء پر راستہ میں ان کے قافلوں پر کسی قسم کی رہزنی اور ڈکیتی نہیں ہوا کرتی تھی باوجودیکہ اطراف وجوانب میں ہر طرف قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا کرتے تھا قریش کے سوا دوسرے قبیلوں کے لوگ جب سفر کرتے تو راستوں میں ان کے قافلوں پر حملے ہوتے تھے اور مسافر لوٹے مارے جاتے تھے۔اس لئے قریش جس طرح امن وامان کے ساتھ یہ دونوں تجارتی سفر کرلیا کرتے تھے۔دوسرے لوگوں کو یہ امن وامان نصیب نہیں تھا۔

(خزائن العرفان ص ۱۷۴۱ وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے قریش کو جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان میں سے خاص طور پر ان دو تجارتی سفروں کی نعمت کو یاد دلا کر ان کو خداوند قدوس کی عبادت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

(سورۃ القریش)

اس لئے کہ قریش کو (اللہ نے) جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں کی الفت دلائی اس لئے انہیں لازم ہے کہ اس گھر (کعبہ) کے رب کی بندگی کریں جس نے ان لوگوں کو بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

ان لوگوں کو بھوک میں کھانا دیا۔یعنی ان دونوں تجارتی سفروں کی بدولت ان لوگوں کے معاش اور روزی کا سامان پیدا کردیا اور ان کے قافلوں کو لوٹ مار سے امن وامان عطا فرمایا لہٰذا ان لوگوں کو لازم ہے کہ یہ لوگ رب کعبہ کی عبادت کریں جس نے ان لوگوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے نہ کہ یہ لوگ بتوں کی عبادت کریں جنہوں نے ان لوگوں کو کچھ بھی نہیں دیا ہے۔

درسِ ہدایت

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اپنی دو نعمتوں کو یاد دلا کر بت پرستی چھوڑنے اور اپنی عبادت کا حکم

marfat.com

دیا ہے اس سورۃ میں اگر چہ خاص طور پر قریش کا ذکر ہے مگر یہ حکم تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے کہ لوگ خدا کی نعمتوں کو یاد کریں اور نعمت دینے والے خدائے واحد کی عبادت کریں اور بت پرستی سے باز رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶۹) کفر و اسلام میں مفاہمت غیر ممکن

کفار قریش میں سے ایک جماعت دربار رسالت ﷺ میں آئی اور یہ کہا کہ آپ ہمارے دین کی پیروی کریں تو ہم بھی آپ کے دین کا اتباع کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں (بتوں) کی عبادت کریں ایک سال ہم آپ کے معبود! اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ کی میں غیر اللہ کو اس کا شریک ٹھہراؤں۔ یہ سن کر کفار قریش نے کہا کہ اگر آپ بتوں کی عبادت نہیں کر سکتے تو کم سے کم آپ ہمارے بت کو ہاتھ ہی لگا دیجئے تو ہم آپ کی تصدیق کر لیں گے اور آپ کے معبود کی عبادت کرنے لگیں گے۔ اس موقع پر سورۃ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ نازل ہوئی اور حضور سید عالم ﷺ حرم کعبہ میں تشریف لے گئے اور کفار قریش کو یہ سورۃ پڑھ کر سنائی تو کفار قریش مایوس ہو گئے اور پھر غصہ میں جل بھن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طرح طرح کی ایذائیں دینے پر تل گئے۔ (خزائن العرفان ص ۵۱۷)

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ○ (سورۃ الکافرون)

(اے پیغمبر) تم فرما دو کہ اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

درسِ ہدایت

اس سورۂ پاک کے مضمون اور حضور سید لولاک ﷺ کے طرز عمل سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کفر و اسلام میں کبھی مفاہمت اور موافقت نہیں ہو سکتی جو مسلمان کفار کی خوشنودی اور ان کی خوشامد کے لئے ان کی مذہبی تقریبات میں حصہ لیتے ہیں اور بت پرستی کی مشرکانہ رسموں میں چندہ دے کر

marfat.com

شرکت کرتے ہیں ان کو اس سورۃ سے ہدایت کا نورانی سبق حاصل کرنا چاہئے اور ایمان رکھنا چاہئے کہ توحید اور شرک کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے جو موحد ہوگا وہ کبھی مشرک نہیں ہو سکتا اور جو مشرک ہوگا وہ کبھی موحد نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷۰) اللہ تعالیٰ کی چند صفتیں

کفار عرب نے حضور اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے سوال کئے۔ کوئی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نسب اور خاندان کیا ہے؟ اس نے ربوبیت کس سے میراث میں پائی ہے؟ اور اس کا وارث کون ہوگا؟ کسی نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا' لوہے کا ہے یا لکڑی کا؟ کسی نے یہ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کیا کھاتا پیتا ہے؟

ان سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر سورۂ قل ھو اللہ نازل فرمائی اور اپنی ذات وصفات کا واضح بیان فرما کر اپنی معرفت کی راہ روشن کر دی اور کفار کے جاہلانہ خیالات واوہام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے اپنی ذات وصفات کے نورانی بیان سے دور فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ (خزائن العرفان ص ۶۱۷)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (سورہ اخلاص)

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی ہے۔

درسِ ہدایت

اللہ تعالیٰ نے سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کی چند آیتوں میں "علم الٰہیات" کے وہ نفیس اور اعلیٰ مطالب بیان فرما دیئے ہیں کہ جن کی تفصیلات اگر بیان کی جائیں تو کتب خانے کے کتب خانے پر ہو جائیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور الوہیت میں صفت عظمت و کمال کے ساتھ موصوف ہے۔ مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

وہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ کسی کا محتاج ہے بلکہ سب اس کے محتاج ہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہے گا۔

marfat.com

وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے اس لئے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی مجانس ہے نہ اس کا عدیل و مثیل ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کی فضیلتوں کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔اس کو تہائی قرآن کے برابر بتایا گیا ہے یعنی اگر تین مرتبہ اس سورۂ کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔

ایک شخص نے حضور سید عالم ﷺ نے عرض کیا کہ مجھے اس سورۂ سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔ (خزائن العرفان ص ۶۱۷ بحوالہ ترمذی)

تمت

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ و صحبہ
اجمعین برحمۃ وھو ارحم الراحمین۔

ابتدائے تصنیف یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ ختم تصنیف ۳۲/ رمضان ۱۴۰۴ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۷) علوم و معارف کا نہ ختم ہونے والا خزانہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ جلیل القدر اور عظیم الشان کتاب ہے جس میں ایک طرف حلال و حرام کے احکام عبرتوں اور نصیحتوں کے اقوال' انبیائے کرام اور گزشتہ اُمتوں کے واقعات و احوال' جنت و دوزخ کے حالات مذکور ہیں اور دوسری طرف اس کے باطن کی گہرائیوں میں علوم و معارف کے خزانوں کے بے شمار ایسے سمندر موجیں مار رہے ہیں جو قیامت تک کبھی ختم نہیں ہو سکتے چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے قرآن کے اس عظیم الشان جامعیت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

لایشبع منه العلماء ولا یخلق عن کثرة الردو لاینقضی عجائبه.
(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸۱)

قرآنی مضامین کا احاطہ کر کے کبھی علماء آسودہ نہیں ہوں گے اور بار بار پڑھنے سے قرآن پرانا نہیں ہوگا اور قرآن کے عجیب و غریب مضامین کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

چنانچہ حضرت سیدنا علی خواص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

marfat.com

باعث کچھ زیادہ نہ لکھ سکا اور نہ کوئی ایسی نادر بات لکھ سکا جو اہل علم کے لئے باعث کشش و قابل مسرت ہو۔

بہر حال دعا گو ہوں کہ خداوند کریم بطفیل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میری اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر اس کو مقبولیت دارین کی کرامتوں سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

عبدالمصطفیٰ الاعظمی

عفی عنہ

marfat.com

يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ البقرة: ۱۹

الصواعق المحرقة

(برق سوزاں)

شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی

متوفی ۹۷۴ھ

علامہ اختر فتح پوری

marfat.com

ہماری چند خوبصورت کتابیں

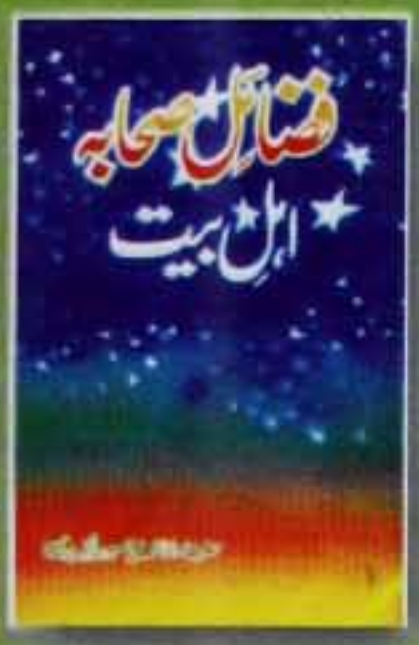

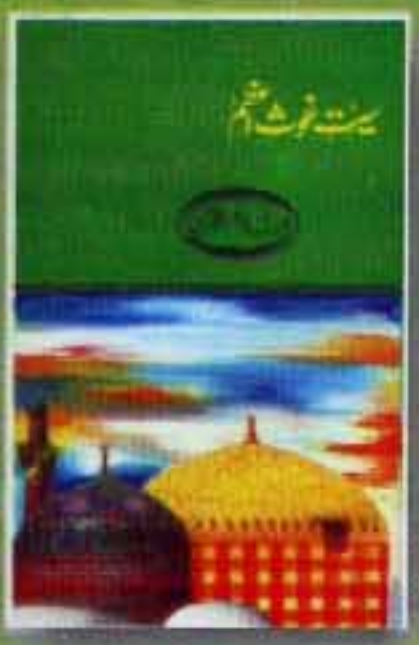

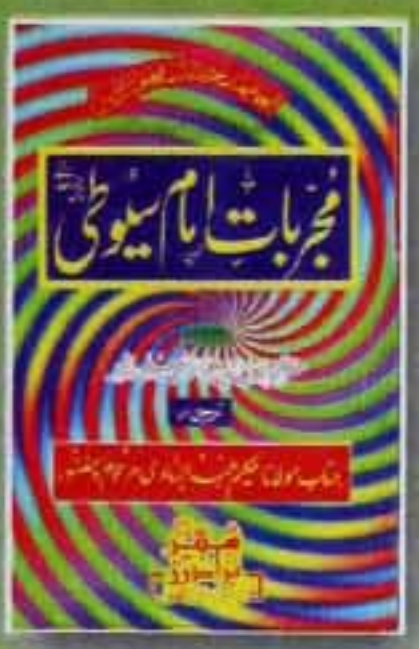

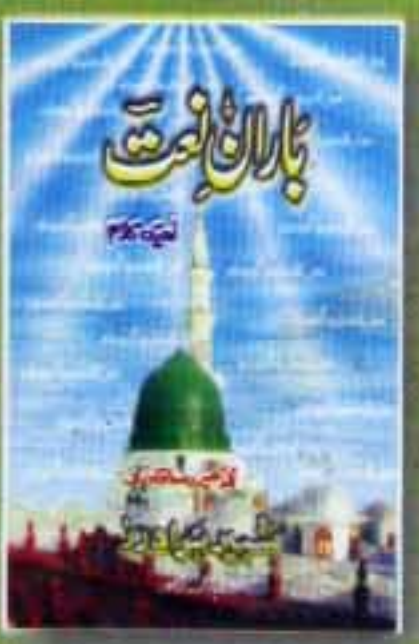

شہزاد برادرز

اردو بازار لاہور